Pakistan / Lahore Resolution 1940

قراردادِ پاکستان / قراردادِ لاہور 1940ء

قائدِ اعظم کی انگریزی تقریر مع اردو ترجمہ

اجلاس کی کاروائی کا احوال

سوشل میڈیا کے تبصروں کے ساتھ

تحریر و تحقیق: محمد مشہود قاسمی

23مارچ1940ء کی قراردادِلاہور / قراردادِپاکستان کا احوال

22مارچ1940 کوڈھائی بجے بعد دوپہر لاہور کے منٹو پارک میں آل انڈیا مسلم لیگ کے ستائیسویں سالانہ اجلاس کا آغاز ہوا۔19 مارچ کو پولیس نے خاکساروں کے جلسے پر فائرنگ کر کے ان کے کئی کارکنان کو شہید کر دیا تھا،لاہور کی فضا سوگوار تھی اور مسلم لیگ کا جلسہ رکوانے کی بھرپور کوششیں کی گئی تھیں۔ آج کا دن مسلمانانِ برصغیر کیلئے بہت اہم تھا۔ آل انڈیا مسلم لیگ سے تعلق رکھنے والے رہنما پورے ہندوستان سے اس جلسے میں شرکت کیلئے لاہور پہنچے تھے۔ عوام کی بھی ایک بڑی تعداد لاہور پہنچی تھی، کیونکہ آج انکے محبوب قائد محمد علی جناح پنجاب کی سرزمین پر ان سے مخاطب ہونے والے تھے۔

قائداعظم نے لاہور پہنچتے ہی اخباری نمائندوں کو بیان دیا تھا کہ لیگ اس اجلاس میں ایک انقلاب آفرین اقدام کرے گی،اُن کے اس ارشاد پر طرح طرح کی چہ مگوئیاں اور قیاس آرائیاں ہونے لگیں، اخبارات نے بھی بڑے بڑے حاشیے لگائے لیکن بات کی تہہ تک کوئی نہ پہنچ سکا۔ جلسے کیلئے لگائے گئے پنڈال میں 60,000 افراد کی گنجائش تھی مگر شرکت کیلئے آنے والوں کی تعداد کہیں زیادہ تھی۔ مقررہ وقت سے پہلے ہی پنڈال بھر چکا تھا۔ مسلم نیشنل گارڈ سبز وردیوں میں ملبوس حفاظتی فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ بعد میں آنے والے پنڈال سے باہر جمع ہوتے رہے جن کیلئے لاؤڈ اسپیکرز لگائے گئے تھے۔لوگوں کا جوش وخروش دیدنی تھا۔ جسٹس (ر) آفتاب فرخ کہتے ہیں کہ ان کے والد بیرسٹر فرخ حسین، جنھوں نے علم دین شہید کا کیس بھی لڑا تھا وہ اس جلسہ کی پنڈال کمیٹی کے انچارج تھے جب کہ پورے جلسہ کے انتظامات میاں امیر الدین اور میاں بشیر احمد کے ذمہ تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ ”وہ خود گیارہ برس کے تھے اور اس جلسہ میں موجود تھے۔ پورا لاہور شہر اس جلسہ میں امڈ آیا تھا اور میں بھی اس سیلاب کا حصہ تھا۔ اس سے قبل جب 21 مارچ کو قائداعظم جلسہ میں شرکت کے لیے بذریعہ ریل، لاہور ریلوے اسٹیشن پہنچے تو بھی پورا لاہور ان کے استقبال کے لیے موجود تھا۔“

قائداعظم محمد علی جناح دو بجکر پچیس منٹ پر آئے۔ استقبالیہ کمیٹی کے چیئرمین نواب سر شاہنواز ممدوٹ نے استقبال کیا۔ بینڈ نے موسیقی کے ساتھ پلیٹ فارم تک پہنچایا۔ اسٹیج پہ کرسیوں کے ساتھ ایک ٹیبل بھی رکھی ہوئی تھی جس پہ بیٹھ کر قائدِاعظم اور قائدِ ملت کچھ دستاویزات پہ کام کرتے نظر آتے ہیں۔ تصاویر میں اسٹیج کے ایک طرف لگا وہ بینر نمایاں نظر آتا ہے جس پر اقبال کا یہ شعر درج تھا: جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں ادھر ڈوبے، ادھر نکلے، ادھر ڈوبے، ادھر نکلے جلسے کی کاروائی تلاوتِ قرآن سے شروع ہوئی جس کے بعد نظموں اور نغموں کا سلسلہ شروع ہوا۔ انور قریشی نے میاں بشیر احمد کی نظم ”ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناح“ ترنم کے ساتھ پہلی دفعہ سنائی، آج بھی مسعود رانا مرحوم کی آواز میں یہ نغمہ گونجتا ہے تو دلوں کو گرما جاتا ہے۔ سر شاہنواز ممدوٹ نے اُردو میں خطبۂ استقبالیہ پیش کیا۔

ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناح
ملت ہے جسم، جاں ہے محمد علی جناح
صد شکر پھر ہے گرمِ سفر اپنا کارواں
اور میر کارواں ہے محمد علی جناح
تصویرِ عزم، جانِ وفا، روحِ حریت
ہے کون؟ بے گماں ہے محمد علی جناح
رکھتا ہے دل میں تاب وتواں نو کروڑ کی
کہنے کو ناتواں ہے محمد علی جناح
رگ رگ میں اس کی ولولہ ہے حبِ قوم کا
پیری میں بھی جواں ہے محمد علی جناح

لگتا ہے ٹھیک جا کے نشانے پہ جس کا تِیر
ایسی کڑی کماں ہے محمد علی جناح
مِلّت ہوئی ہے زندہ پھر اس کی پکار سے
تقدیر کی اذاں ہے محمد علی جناح
غیروں کے دل بھی سینے کے اندر دہل گئے
مظلوم کی فغاں ہے محمد علی جناح
اے قوم! اپنے قائدِ اعظم کی قدر کر
اسلام کا نشاں ہے محمد علی جناح
عمرِ دراز پائے مسلماں کی ہے دُعا
ملت کا ترجماں ہے محمد علی جناح

قائد اعظم کا خطاب انگریزی میں تھا اور فی البدیہہ تھا۔ عوام کی ایک بڑی تعداد انگریزی سمجھنے سے قاصر تھی مگر قائدِ اعظم کا طویل خطاب وہ انتہائی انہماک اور دلچسپی سے سنتے رہے اور داد و تحسین بھی دیتے رہے۔

(یہی منظر اپریل 1928 میں بھی دیکھا گیا تھا جب انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں اقبال نے انگریزی میں ری کنسٹرکشن کا پہلا لیکچر پیش کیا اور جو لوگ انگریزی نہیں جانتے تھے، انہوں نے تین گھنٹے تک چُپ چاپ بیٹھے رہنے کی یہ وجہ بتائی کہ ''ہمارے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ حضرت علامہ اقبال سامنے موجود ہیں اور عقائدِ دینِ اسلام کی حمایت میں اپنے علم و فضل کے پورے زور سے تقریر فرما رہے ہیں، اس سے زیادہ ہمیں اور کیا چاہیے'' بحوالہ خرم علی شفیق۔)

قراردادِ لاہور کس نے تیار کی؟ قرارداد کا مسوّدہ تیار کرنے کے حوالے سے آپ کو پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر جا بجا اس طرح کی معلومات ملتی ہیں جس میں کوئی اس کو سر سکندر حیات کے نام سے منسوب کرتا ہے اور کوئی سر ظفر اللہ خان سے، کچھ لوگ اس کا کریڈٹ لیاقت علی خان کو دیتے ہیں۔ دیگر کئی کہانیاں بھی گردش میں رہتی ہیں۔ تیس سال کے دوران ہندوستان کی جدوجہد آزادی، تحریک پاکستان اور قائد اعظم سے متعلق تاریخی دستاویزات اور

کاغذات کے جو بڑے ذخائر منظر عام پر آئے، ان میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن پیپرز، ٹرانسفر آف پاور والیومز، ویول جرنل، قائد اعظم پیپرز، شمس الحسن کلیکشن، آل انڈیا مسلم لیگ ریکارڈ، نشتر کلیکشن، سلیکٹیڈ ورکس آف گاندھی، نہرو پیپرز، پٹیل پیپرز، راجندر پرشاد کرسپانڈنس، سپرو پیپرز سلیکٹیڈ ورکس آف ایم این رائے، جناح اصفہانی کرسپانڈنس، سر یامین خان کلیکشن، میاں عبد العزیز کلیکشن اور سر عبد اللہ ہارون کلیکشن وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ شمس الحسن کلیکشن جیسی معتبر دستاویزات مرتب کرنے والے آل انڈیا مسلم لیگ کے اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل نواب سید شمس الحسن نے اپنے ایک مضمون میں قراردادِ پاکستان کی تفصیل بیان کر رکھی ہے۔

سید شمس الحسن بحیثیت آفس سیکرٹری اور پھر اسسٹنٹ سیکرٹری 1914ء سے 1940ء تک آل انڈیا مسلم لیگ سے وابستہ رہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد 1958ء میں مارشل لاء کے نفاذ تک وہ پاکستان مسلم لیگ کے مرکزی سیکرٹریٹ کے ذمہ دار تھے۔ سید صاحب کی تاریخی تحریر پہلی بار 23 مارچ 1976ء کو "ڈیلی مارننگ نیوز" کراچی میں شائع ہوئی۔ قراردادِ لاہور کے حوالے سے یہ ایک مستند اور وقیع شہادت ہے۔ مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی نے اجلاس عام پہلے 28 تا 30 دسمبر 1939ء کو لاہور میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا تھا، بعد میں اسے مارچ تک ملتوی کر دیا گیا۔ سید شمس الحسن کا کہنا ہے: نواب لیاقت علی خان نے 10 اگست 1939ء کو میسوری سے مجھے لکھا کہ مَیں آپ کو تین آئینی سکیمیں جو کہ سر سکندر حیات خان، ڈاکٹر عبد اللطیف اور ڈاکٹر افضال حسین قادری نے تیار کی تھیں، بھیج رہا ہوں۔ مہربانی فرما کر ہر ایک کی پچاس کاپیاں طبع کروانے کا انتظام کریں۔ جب کاپیاں تیار ہو جائیں تو ہر سکیم کی ایک ایک کاپی ورکنگ کمیٹی کے ہر ممبر کو اور ہر صوبائی لیگ کے سیکرٹری کو بھیج دی جائے۔ لہٰذا یہ ممبران کو ارسال کر دی گئیں جس میں ان سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ تمام سکیموں کا بغور مطالعہ کریں تاکہ اگلی میٹنگ میں انہیں زیر بحث لایا جا سکے۔ سید شمس الحسن کا مزید کہنا ہے کہ: (اجلاس لاہور کے موقع پر) "ورکنگ کمیٹی نے نکات مرتب کرنے کے بعد ملک برکت علی، نواب محمد اسماعیل خان اور نوابزادہ لیاقت علی خان کو یہ فرض سونپا کہ وہ ریزولیوشن کا ڈرافٹ تیار کریں۔ ڈرافٹ تقریباً دو گھنٹے میں تیار کر لیا گیا۔ ملک برکت علی نے (حتمی) ڈرافٹ تیار کیا۔ یہ ڈرافٹ اسی رات ورکنگ کمیٹی کے سامنے پیش کیا گیا، اور منظور کر لیا گیا۔ جب 23 مارچ کو ساڑھے دس بجے سبجیکٹ کمیٹی کا اجلاس ہوا، تو اس نے اس ریزولیوشن کو اجلاس میں پیش کرنے کی منظوری دے دی۔" یاد رہے کہ یہ سبجیکٹ کمیٹی 25 ارکان پر مشتمل تھی۔

23 مارچ 1940ء کو اجلاس کی کارروائی 3 بجے سہ پہر شروع ہوئی۔ بنگال کے وزیر اعظم اے کے فضل الحق نے قراردادِ لاہور پیش کی اور اس کی تائید میں تقریر کی۔ چوہدری خلیق الزمان نے اس قرارداد کی تائید کی اور مختصر سا خطاب کیا۔ اجلاس کے دوران اس قرارداد کو "آئینی قرارداد" کہا گیا اور بعد میں لیگ نے قراردادِ لاہور کا نام دیا۔ چودھری رحمت علی کا تجویز کردہ نام "پاکستان" اس وقت کئی حلقوں میں مقبول ہو چکا تھا، مولانا محمد علی جوہر مرحوم کی اہلیہ نے اپنی تقریر میں اس قرارداد کا ذکر "قراردادِ پاکستان" کہہ کر کیا۔ چودھری خلیق الزماں (یوپی) کے علاوہ جن دوسرے رہنماؤں نے قرارداد کی تائید میں تقاریر کیں ان میں، ظفر علی خاں (پنجاب)، سردار اورنگزیب خاں (سرحد) اور سر عبد اللہ ہارون (سندھ) شامل تھے۔

24 مارچ کو صبح سوا گیارہ بجے اجلاس پھر شروع ہوا۔ آج کے اجلاس میں خان بہادر نواب محمد اسماعیل خاں (بہار)، قاضی محمد عیسیٰ خاں (بلوچستان)، عبد الحامد خاں (مدراس)، آئی آئی چندریگر (بمبئی)، سید عبد الرؤف شاہ (سی پی) اور ڈاکٹر محمد عالم نے قرارداد کی تائید میں تقاریر کیں۔ اس موقع پر قائدِ اعظم نے مداخلت کرتے ہوئے عبد الرحمان صدیقی کو فلسطین پر قرارداد پیش کرنے کی ہدایت کی۔ سید رضا علی اور عبد الحمید بدایونی نے اس قرارداد کی

تائید میں تقاریر کیں اور قرارداد فوری طور پر منظور کر لی گئی جس کے بعد اجلاس کی کارروائی کو رات 9 بجے تک ملتوی کر دیا گیا۔ رات میں جب اجلاس شروع ہوا تو 19 مارچ کو ہونے والے سانحہ پر قائد اعظم نے خاکساروں سے ہمدردی کی قرارداد پیش کی۔ اس کے بعد "آئینی قرارداد" کی تائید میں سید ذاکر علی، بیگم محمد علی اور مولانا عبدالحامد نے تقاریر کیں جس کے بعد قرارداد متفقہ طور پر منظور کی گئی۔ قرارداد کی منظوری کے بعد مسلم لیگ کے آئین میں ترمیم کی قرارداد منظور ہوئی اور عہدیدار منتخب کیے گئے۔ آخر میں قائد اعظم نے نواب بہادر یار جنگ کو تقریر کی دعوت دی جن کیلئے مختار مسعود نے اپنی مشہور ترین تصنیف "آوازِ دوست" میں لکھا تھا کہ "ان کی تقریر کبھی آتش فشاں ہوتی کبھی آبشار"۔ اجلاس سمیٹتے ہوئے اختتامی کلمات میں قائد اعظم نے اجلاسِ لاہور کو مسلم ہند کی تاریخ کا عہد آفریں باب قرار دیا جس نے مسلمانوں کی منزل متعین کر دی۔ جس کے بعد یہ تاریخی اجلاس رات ساڑھے گیارہ بجے ختم ہوا۔ قائدِ اعظم کے سکریٹری مطلوب الحسن سید کا بیان ہے کہ قرارداد کی منظوری کے بعد اُنہوں نے کہا، "اقبال اب ہمارے درمیان نہیں ہیں، لیکن اگر وہ زندہ ہوتے تو یہ معلوم کر کے خوش ہوتے کہ ہم نے بعینہ وہی کیا جو وہ ہم سے کروانا چاہتے تھے۔"

قائدِ اعظم کے سیکریٹری سید شمس الحسن کا کہنا ہے: نواب لیاقت علی خان نے 10 اگست 1939ء کو میسوری سے مجھے لکھا کہ مَیں آپ کو تین آئینی سکیمیں جو کہ سر سکندر حیات خان، ڈاکٹر عبداللطیف اور ڈاکٹر افضال حسین قادری نے تیار کی تھیں، بھیج رہا ہوں۔ مہربانی فرما کر ہر ایک کی پچاس کاپیاں طبع کروانے کا انتظام کریں۔ جب کاپیاں تیار ہو جائیں تو ہر سکیم کی ایک ایک کاپی ورکنگ کمیٹی کے ہر ممبر کو اور ہر صوبائی لیگ کے سیکرٹری کو بھیج دی جائے۔ لہٰذا یہ ممبران کو ارسال کر دی گئیں جس میں ان سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ تمام سکیموں کا بغور مطالعہ کریں تاکہ اگلی میٹنگ میں انہیں زیر بحث لایا جا سکے۔ سید شمس الحسن کا مزید کہنا ہے کہ: (اجلاس لاہور کے موقع پر) "ورکنگ کمیٹی نے نکات مرتب کرنے کے بعد ملک برکت علی، نواب محمد اسماعیل خان اور نوابزادہ لیاقت علی خان کو یہ فرض سونپا کہ وہ ریزولیوشن کا ڈرافٹ تیار کریں۔ ڈرافٹ تقریباً دو گھنٹے میں تیار کر لیا گیا۔ ملک برکت علی نے (حتمی) ڈرافٹ تیار کیا۔ یہ ڈرافٹ اسی رات ورکنگ کمیٹی کے سامنے پیش کیا گیا، اور منظور کر لیا گیا۔

قراردادِ لاہور / قراردادِ پاکستان کا متن

"While approving and endorsing the action taken by the Council and the Working Committee of the All-India Muslim League, as indicated in their resolutions dated the 27th of August, 17th and 18th of September and 22nd of October, 1939, and 3rd of February 1940, on the constitutional issue, this session of the All-India Muslim League emphatically reiterates that the scheme of Federation embodied in the Government of India Act, 1935 is totally unsuited to, and unworkable in the peculiar conditions of this country and is altogether unacceptable to Muslim India."

1- آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ سیشن مسلم لیگ کی مجلس عاملہ اور شوریٰ کے اقدام کی منظوری اور توثیق کرتے ہوئے جیسا کہ ان کی قرارداد مورخہ 27 اگست، 17 ستمبر، 18 ستمبر اور 22 اکتوبر 1939ء اور 3 فروری 1940ء سے ظاہر ہے۔ آئینی قضیے میں اس امر کے اعادے پر زور دیتا ہے کہ 1935ء کے حکومت ہند ایکٹ میں تشکیل کردہ وفاق کی منصوبہ بندی ملک کے مخصوص حالات اور مسلم ہندوستان دونوں کے لیے بالکل ناقابل عمل اور غیر موزوں ہے۔

"It further records its emphatic view that while the declaration dated the 18th of October, 1939, made by the Viceroy on behalf of His Majesty's Government is reassuring in so far as it declares that the policy and plan on which the Government of India Act, 1935 is based will be reconsidered in consultation with the various parties, interests and communities in India, Muslim India will not be satisfied unless the whole constitutional plan is reconsidered de novo and that no revised plan would be acceptable to the Muslims unless it is framed with their approval and consent."

2- مزید براں یہ (سیشن) پرزور طریقے سے باور کرانا چاہتا ہے کہ تاجِ برطانیہ کی جانب سے وائسرائے کا اعلامیہ مورخہ 18 اکتوبر 1939ء، حکومت ہند ایکٹ 1935ء کی اساسی پالیسی اور منصوبے کے ضمن میں اس حد تک اطمینان بخش ہے، جس حد تک مختلف پارٹیوں، مفادات اور ہندوستان میں موجود گروہوں کی مشاورت کی روشنی میں اس پر نظر ثانی کی جائے گی۔ مسلم ہندوستان تب تک مطمئن نہیں ہو گا جب تک مکمل آئینی منصوبے پر نئے سرے سے نظر ثانی نہیں کی جائے گی اور یہ کہ کوئی بھی ترمیم شدہ منصوبہ مسلمانوں کے لیے صرف تبھی قابل قبول ہو گا اگر اس کی تشکیل مسلمانوں کی مکمل منظوری اور اتفاق کے ساتھ کی جائے گی۔

"Resolved that it is the considered view of this session of the All-India Muslim League that no constitutional plan would be workable in this country or acceptable to Muslims unless it is designed on the following basic principle, namely, that geographically contiguous units are demarcated into regions which should be so constituted, with such territorial readjustments as may be necessary, that the areas in which the Muslims are numerically in a majority, as in the North-Western and Eastern Zones of India, should be grouped to constitute 'Independent States' in which the constituent units shall be autonomous and sovereign."

3- قرار پایا ہے کہ یہ آل انڈیا مسلم لیگ کا مسلمہ نقطۂ نظر ہے کہ اس ملک میں کوئی بھی آئینی منصوبہ تب تک قابل قبول نہیں ہو گا، جب تک وہ ذیل کے بنیادی اصول پر وضع نہیں کیا جائے گا، وہ یہ کہ جغرافیائی طور پر ملحق اکائیوں کی علاقائی حد بندی کر کے ان کی آئینی تشکیل اس طرح کی جائے کہ جن علاقوں میں مسلمان عددی طور پر اکثریت میں ہیں، جیسا کہ ہندوستان کے شمال مغربی اور مشرقی حصے، ان کو آزاد ریاستوں میں گروہ بند کر دیا جائے اور اس طرح تشکیل پانے والی یہ اکائیاں مکمل آزاد اور خود مختار ہوں گی۔

"That adequate, effective and mandatory safeguards should be specifically provided in the constitution for minorities in these units and in these regions for the protection of their religious, cultural, economic, political, administrative and other rights and interests in consultation with them; and in other parts of India where Mussalmans are in a minority, adequate, effective and mandatory safeguard shall be specially provided in the constitution for them and other minorities for the protection of their religious, cultural, economic, political, administrative and other rights and interests in consultation with them."

4- یہ کہ ان اکائیوں میں موجود خطوں کے آئین میں اقلیتوں کی مشاورت کے ساتھ ان کے مذہبی‘ ثقافتی‘ معاشی‘ سیاسی انتظامی اور دیگر حقوق مفادات کے تحفظ کے مناسب‘ موثر اور لازمی اقدامات یقینی بنائے جائیں اور ہندوستان کے دوسرے حصے جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں‘ آئین میں ان کی مشاورت کے ساتھ ان کے مذہبی‘ ثقافتی‘ معاشی‘ سیاسی‘ انتظامی اور دیگر حقوق اور مفادات کے تحفظ کے مناسب‘ موثر اور لازمی اقدامات عمل میں لائے جائیں گے۔

"This session further authorizes the Working Committee to frame a scheme of constitution in accordance with these basic principles, providing for the assumption finally by the respective regions of all powers such as defense, external affairs, communications, customs and such other matters as may be necessary."

5۔ مزید براں یہ سیشن عاملہ کمیٹی کو ان بنیادی اصولوں کے مطابق دفاع‘ خارجہ امور‘ مواصلات‘ کسٹم اور دیگر ضروری معاملات کے لحاظ سے مفروضے کو حتمی شکل دینے کی غرض سے آئین سازی کی اسکیم وضع کرنے کا اختیار دیتا ہے۔

آل انڈیا مسلم لیگ کی تاریخی قرارداد

یہ اس قرارداد کا متن ہے، جو آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور میں منظور ہوئی تھی۔ اور جس کی وضاحت کیلئے ۱۹ اپریل کو یوم خاص منایا جا رہا ہے

(۱) آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ سالانہ اجلاس آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل اور مجلس عاملہ کی اس کارروائی کی تحسین و تائید کرتے ہوئے جو ان کی قرارداد ہائے متعلقہ مثلاً آئین مورخہ ۲۷ اگست، ۱۷-۱۸ ستمبر و ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۹ء و ۳ فروری ۱۹۴۰ء سے ظاہر ہوتی ہے۔ پر زور طریق سے اعادہ کرتا ہے۔ کہ وفاق کی جو سکیم قانون حکومت ہند ۱۹۳۵ء میں مندرج ہے۔ وہ اس ملک کے خاص حالات میں قطعاً غیر موزوں اور ناقابل عمل ہے۔ اور اسلامی ہندوستان کے نزدیک قطعی طور پر ناقابل قبول ہے۔

دستور کی لازمی شرطیں

(۲) یہ اجلاس مزید برآں اپنے اس قطعی و حتمی خیال کا اظہار کرتا ہے۔ کہ وائسرائے نے حضور ملک معظم کی جانب سے ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو جو اعلان کیا ہے وہ اس اعتبار سے اطمینان بخش ہے کہ جس حکمت عملی اور جس نقشے پر قانون حکومت ہند ۱۹۳۵ء مبنی ہے۔ اس پر ہندوستان کی مختلف جماعتوں کو مسلمان اور مقاصد کے نمائندوں کے مشورے سے دوبارہ غور و خوض کیا جائے گا۔ لیکن اسلامی ہندوستان اس وقت تک مطمئن نہ ہوگا جب تک سارے دستوری خاکے پر از سر نو غور نہ کیا جائے گا اور کوئی ترمیم شدہ خاکہ مسلمانوں کے نزدیک قابل قبول نہ ہوگا۔ جب تک وہ ان کے استحسان اور منظوری سے وضع نہ کیا جائے گا۔

بنیادی اصول

(۳) قرار پایا کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے اس اجلاس کی یہ قطعی رائے ہے کہ کوئی دستوری خاکہ اس ملک میں قابل عمل در آمد اور مسلمانوں کے نزدیک مستحق تسلیم نہ ہوگا۔ جب تک وہ مندرجہ ذیل اصول اساسی پر وضع نہ کیا گیا ہو۔

آزاد اسلامی حکومتیں

(ا) جو اجزا جغرافیائی حیثیت سے متصل ہیں ان کی علاقائی حد بندیاں ایسے طریق پر کی جائیں جو مسلمانوں کے نزدیک ضروری یا مطلوب ہوں ایسے منطقوں میں الگ الگ کر دیئے جائیں۔ جن کی ترتیب اس طرح ہو۔ کہ جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ مثلاً ہندوستان کے شمال مغربی اور مشرقی حصے ان کو آزاد سلطنتوں کی حیثیت سے گروپ بنا دیئے جائیں۔ جن کے اجزا اپنی اپنی جگہ خود مختار اور با اقتدار ہوں۔

اقلیتوں کی حفاظت

(ب) ان وحدتوں اور منطقوں کی اقلیتوں کے لئے دستور میں ایسے کافی۔ موثر اور عملی تحفظات واضح طور پر مہیا کئے جائیں۔ جن سے ان کے دینی کلچرل۔ اقتصادی سیاسی۔ انتظامی اور دوسرے حقوق و مقاصد متعلقہ محفوظ ہو جائیں۔

(ج) یہ اجلاس علاوہ بریں مجلس عاملہ کو اختیار دیتا ہے۔ کہ ان اصول اساسی کے مطابق دستور کی ایک سکیم وضع کرے جس میں اس امر کی گنجائش رکھی جائے کہ بالآخر وہ منطقے دفاع۔ امور خارجہ۔ رسل و رسائل۔ محاصل در آمد و بر آمد اور دوسرے ضروری امور کے اختیارات پر بھی قابض ہو سکیں۔

روزنامہ انقلاب کا عکس / بشکریہ جناب امجد سلیم علوی

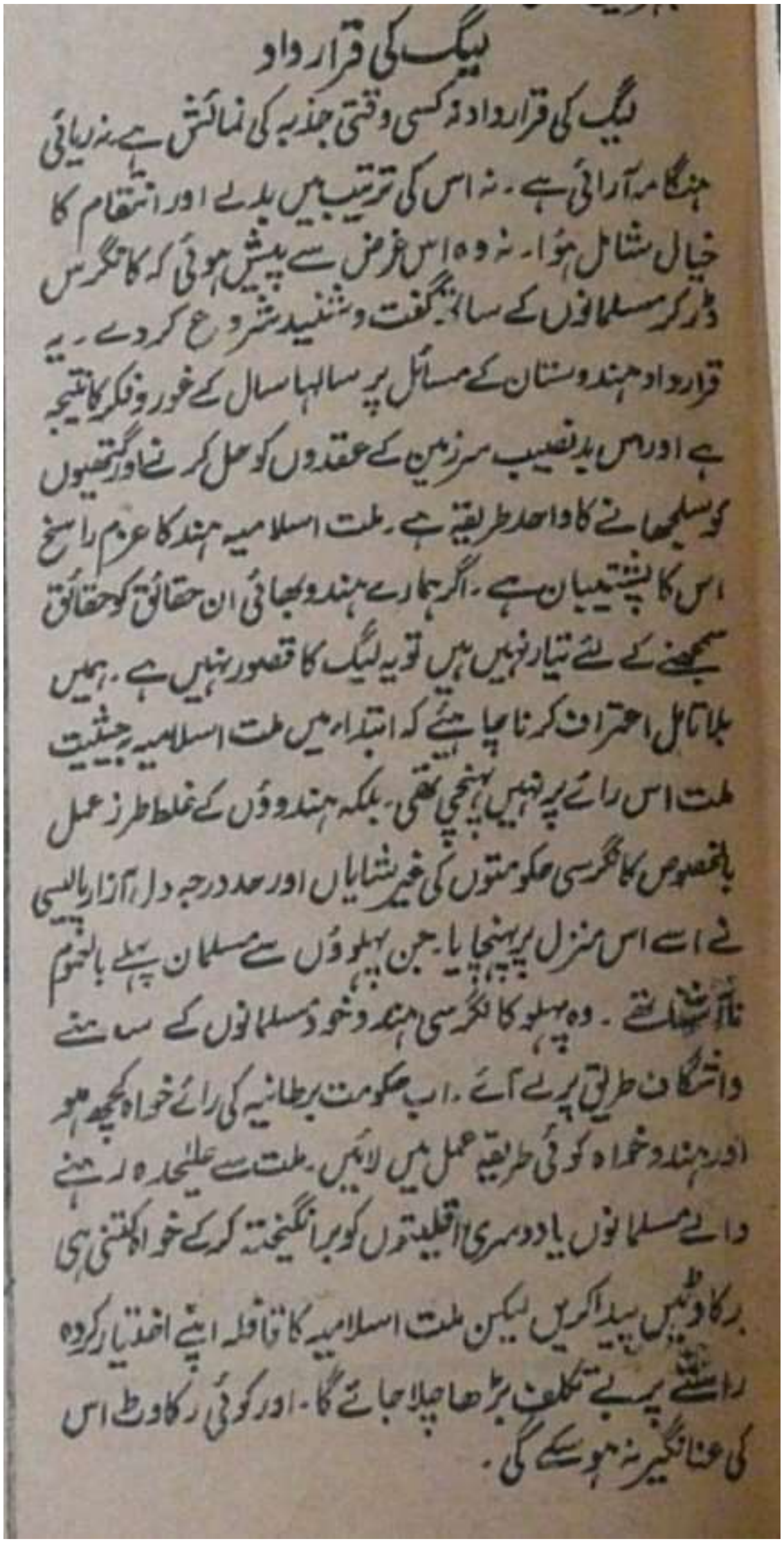

لیگ کی قرارداد

لیگ کی قرارداد نہ کسی وقتی جذبہ کی نمائش ہے۔ نہ ہیجانی ہنگامہ آرائی ہے۔ نہ اس کی ترتیب میں بدلے اور انتقام کا خیال شامل ہوا۔ نہ وہ اس غرض سے پیش ہوئی کہ کانگرس ڈر کر مسلمانوں کے ساتھ گفت وشنید شروع کر دے۔ یہ قرارداد ہندوستان کے مسائل پر سالہا سال کے غور و فکر کا نتیجہ ہے اور اس بدنصیب سرزمین کے عقدوں کو حل کرنے اور گتھیوں کو سلجھانے کا واحد طریقہ ہے۔ ملت اسلامیہ ہند کا عزم راسخ اس کا پشتیبان ہے۔ اگر ہمارے ہندو بھائی ان حقائق کو حقائق سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو یہ لیگ کا قصور نہیں ہے۔ ہمیں بلا تامل اعتراف کرنا چاہیئے کہ ابتداء میں ملت اسلامیہ بحیثیت ملت اس رائے پر نہیں پہنچی تھی۔ بلکہ ہندوؤں کے غلط طرز عمل بالخصوص کانگرسی حکومتوں کی غیر شایاں اور حد درجہ دل آزار پالیسی نے اسے اس منزل پر پہنچایا۔ جن پہلوؤں سے مسلمان پہلے بالعموم ناآشنا تھے۔ وہ پہلو کانگرسی ہندو خود مسلمانوں کے سامنے واشگاف طریق پر لے آئے۔ اب حکومت برطانیہ کی رائے خواہ کچھ ہو اور ہندو خواہ کوئی طریقہ عمل میں لائیں۔ ملت سے علیحدہ رہنے والے مسلمانوں یا دوسری اقلیتوں کو برانگیختہ کر کے خواہ کتنی ہی رکاوٹیں پیدا کریں لیکن ملت اسلامیہ کا قافلہ اپنے اختیار کردہ راستے پر بے تکلف بڑھا چلا جائے گا۔ اور کوئی رکاوٹ اس کی عنان گیر نہ ہو سکے گی۔

قراردادِ لاہور کے بعد روزنامہ انقلاب کا اداریہ

قائدِاعظم کی تقریر کا ترجمہ

۳۵۹

۱۴۲۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا ۲۷واں سالانہ اجلاس

منعقدہ لاہور میں خطبہ صدارت

۲۲، مارچ ۱۹۴۰ء

خواتین و حضرات!

آج پندرہ ماہ کے بعد اس اجلاس میں ہماری ملاقات ہو رہی ہے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا آخری اجلاس جس وقت دسمبر ۱۹۳۸ء میں پٹنہ میں منعقد ہوا تھا اس وقت سے اب تک بہت سے واقعات رونما ہوئے ہیں۔ سب سے پہلے میں آپ کو مختصراً بتاؤں گا کہ ۱۹۳۸ء میں پٹنہ اجلاس کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ کو کیا کچھ درپیش آیا۔ آپ کو یاد ہو گا کہ ایک کام جو ہمیں سونپا گیا تھا اور جو ابھی تک تشنہ تکمیل ہے وہ ہند کے طول و عرض میں آل انڈیا مسلم لیگ کو منظم کرنا تھا۔ ہم نے اس جہت میں گذشتہ پندرہ ماہ کے دوران زبردست پیش رفت کی ہے۔ مجھے آپ کو یہ اطلاع دیتے ہوئے بڑی مسرت ہو رہی ہے کہ ہم نے ہر صوبے میں صوبائی لیگیں قائم کر دی ہیں۔ اگلا نکتہ یہ ہے کہ مجالس قانون ساز کا جو بھی ضمنی انتخاب ہوا، اس میں ہمیں طاقتور مخالفین سے مقابلہ کرنا پڑا۔ میں مسلمانوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے ہماری آزمائشوں کے دوران بڑے استقلال اور جذبے کا مظاہرہ کیا۔ صرف ایک ضمنی انتخاب تھا جسے ہمارے حریفوں نے مسلم لیگی امیدوار کے مقابلے میں جیتا۔ یو پی کونسل یعنی ایوان بالا کے گذشتہ انتخابات میں مسلم لیگ کی کامیابی صد فی صد رہی۔ مسلم لیگ کو منظم کرنے کی جہت میں ہم نے کیا کچھ کیا، اس کی تفصیل بیان کر کے میں آپ کو تھکانا نہیں چاہتا لیکن میں آپ کو یہ بتا سکتا ہوں کہ یہ کام بڑے زور شور سے ہو رہا ہے۔

اگلی بات، آپ کو یاد ہو گا کہ اجلاس پٹنہ میں ہم نے خواتین کی ایک کمیٹی مقرر کی تھی۔ ہمارے لئے یہ بہت اہمیت کی بات ہے، کیونکہ میں اس کا قائل ہوں کہ ہمارے لئے یہ ازبس ضروری ہے کہ ہم اپنی خواتین کو اپنی زندگی کی جدوجہد اور کام میں ہر موقع مہیا کریں۔ خواتین گھروں اور پردے میں رہ کر بھی بہت کچھ کر سکتی ہیں۔ ہم نے یہ کمیٹی اس لئے مقرر کی تھی کہ وہ بھی لیگ کے کام میں حصہ لے سکیں، اس مرکزی کمیٹی کے اغراض و مقاصد تھے (۱) صوبائی اور ضلعی مسلم لیگوں کی تنظیم (۲) بڑی تعداد میں خواتین کو مسلم لیگ کی رکن بنانا (۳) سارے ہند میں مسلم خواتین میں زبردست نشر و اشاعت کرنا تاکہ ہماری خواتین میں زیادہ سیاسی شعور اور بیداری پیدا ہو سکے۔ یاد رکھئے کہ آپ کے بچوں کے لئے فکر اور تردد کی کوئی بات نہیں ہو گی

۳۴۰

(۴) مسلم معاشرے کی ترقی کے ضمن میں ان امور کے بارے میں ان کی رہنمائی کرنا اور مشورہ دینا جن کا زیادہ تر انہیں پر دارومدار ہوتا ہے۔ مجھے یہ کہتے ہوئے مسرت ہوتی ہے کہ اس مرکزی کمیٹی نے اپنا کام متانت اور خلوص کے ساتھ شروع کیا' اس نے بہت مفید کام کیا ہے' مجھے کوئی شک نہیں کہ جب ہم ان کے کام کے بارے میں رپورٹ کو نمٹانے کے مرحلے پر پہنچیں گے تو ہم' ان تمام خدمات کے لئے جو انہوں نے مسلم لیگ کے لئے سرانجام دیں' واقعتا ان کے ممنون ہوں گے۔

جنوری ۱۹۳۹ء سے لے کر اعلان جنگ تک ہمیں بہت سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ناگپور میں ہمیں ودیامندر کا سامنا کرنا پڑا۔ ہمیں تمام ہند میں وردھا اسکیم کا مقابلہ کرنا پڑا۔ ہمیں کانگرس کے زیرنگیں صوبوں میں مسلمانوں کے ساتھ بدسلوکی اور ظلم و ستم کا سامنا کرنا پڑا۔ ہمیں اس سلوک کا بھی سامنا کرنا پڑا جو بعض ہندی ریاستوں جیسے جے پور اور بھاؤنگر میں مسلمانوں کے ساتھ روا رکھا گیا۔ ہمیں ایک اہم مسئلہ کا سامنا بھی کرنا پڑا جو راجکوٹ کی چھوٹی سی ریاست میں پیدا ہوا جس کو کانگرس نے ایک آزمائش قرار دیا اور جس سے ایک تہائی ہندوستان متاثر ہوتا۔ اس طرح مسلم لیگ کو جنوری ۱۹۳۹ء سے لے کر اعلان جنگ کے وقت تک متعدد مسائل درپیش رہے۔
اعلان جنگ سے پیشتر سب سے بڑا خطرہ جو مسلمانان ہند کو درپیش تھا وہ مرکزی حکومت میں وفاقی اسکیم کے آغاز کا تھا۔ ہمیں علم ہے کہ کیا کیا ریشہ دوانیاں ہو رہی تھیں' لیکن مسلم لیگ ہر سمت میں قوت کے ساتھ ان کی مزاحمت کر رہی تھی۔ ہم نے محسوس کر لیا تھا کہ ہم قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۳۵ء میں مذکور مرکزی وفاقی حکومت کی اسکیم کو ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم نے برطانوی حکومت کو اس بات پر آمادہ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی کہ وہ مرکزی وفاقی حکومت کی اسکیم تج دے۔ برطانوی حکومت میں یہ ذہن تیار کرنے کے لئے بلاشبہ مسلم لیگ نے کوئی کم حصہ نہ لیا۔ آپ کو علم ہے کہ انگریز بہت روکھے لوگ ہیں۔ وہ بہت قدامت پسند ہیں اور اگرچہ وہ بہت چالاک ہیں تاہم بات سمجھنے میں ذرا سست واقع ہوئے ہیں۔ اعلان جنگ کے بعد قدرتی طور پر وائسرائے کو مسلم لیگ کی اعانت درکار تھی۔ اس وقت انہیں یہ احساس ہوا کہ مسلم لیگ بھی ایک طاقت ہے کیونکہ یہ بات یاد ہو گی کہ اعلان جنگ کے وقت تک وائسرائے کو کبھی میرا خیال ہی نہیں آیا۔ اگر کسی کا خیال آیا تو وہ گاندھی تھے اور صرف گاندھی۔ میں کافی عرصہ مجلس قانون ساز میں ایک اہم پارٹی کا قائد رہا' اور وہ مسلم لیگ پارٹی سے بڑی پارٹی تھی جس کی قیادت کا اعزاز آج مجھے حاصل ہے۔ تاہم وائسرائے کو پہلے میرا خیال نہیں آیا۔ لہٰذا جب مسٹر گاندھی کے ساتھ مجھے بھی وائسرائے کا دعوت نامہ ملا تو پہلے تو میں اپنے طور پر حیران ہوا کہ میری

اچانک ترقی کیسے ہو گئی؟ اور پھر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اس کا جواب ہے "آل انڈیا مسلم لیگ" جس کا میں صدر واقع ہوا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کانگرس ہائی کمان کو یہ بدترین دھچکا لگا ہو گا۔ کیونکہ اس سے ان کے اس دعوے کا بطلان ہو گیا کہ ہند کی ترجمانی کا انہیں ہی واحد اختیار ہے اور مسٹر گاندھی اور کانگرس کے رویئے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ابھی تک اس صدمے سے سنبھل نہیں پائے۔ میرا نکتہ یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ خود کو منظم کرنے کی قدر و قیمت' اہمیت اور افادیت کو محسوس کریں۔ میں اس موقع پر مزید کچھ نہیں کہوں گا۔

لیکن ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں اس سے' اور جو سن رہا ہوں مسلم ہند کو اب احساس ہو گیا ہے' وہ اب بیدار ہے اور مسلم لیگ اس وقت تک اس قدر مضبوط ادارہ بن گئی ہے کہ اب کوئی شخص اسے تباہ نہیں کر سکتا خواہ وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو۔ لوگ آتے رہیں گے اور لوگ جاتے رہیں گے۔ لیکن مسلم لیگ ہمیشہ قائم رہے گی۔

جنگ کے بعد

اب میں آتا ہوں اعلان جنگ کے بعد کے زمانے کی طرف۔ ہماری صورت حال یہ تھی کہ ہم شیطان اور گہرے سمندر کے درمیان تھے۔ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ شیطان یا گہرا سمندر اس سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ بہر نوع ہماری صورت حال یہ ہے کہ ہم غیر مشروط طور پر ہند کی آزادی کے حامی ہیں۔ لیکن یہ تمام ہند کے لئے آزادی ہونی چاہئے۔ کسی ایک طبقے کی آزادی نہیں اور بدترین یہ کہ کانگرسی ٹولے کی آزادی اور مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کی محکومی نہ ہو۔

خود انحصاری کی طرف

جیسا کہ ہم ہند میں واقع ہیں قدرتی طور پر ہمارے ماضی کے کچھ تجربات ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ گذشتہ ڈھائی برس کے دوران کانگرس کے زیر نگیں صوبوں میں صوبائی دستور کے تجربے سے ہم نے بہت سے سبق سیکھے ہیں۔ لہٰذا اب ہم بہت خائف ہیں اور کسی پر اعتماد نہیں کر سکتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہر شخص کے لئے ایک دانشمندانہ کلیہ ہے کہ کسی پر بہت زیادہ اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔ بعض اوقات ہم لوگوں پر اعتماد کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں لیکن عملی تجربے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی گئی۔ یقیناً یہ کسی کے لئے بھی کافی سبق ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں پر اپنا اعتماد برقرار نہ رکھے جنہوں نے اس سے غداری کی۔

خواتین و حضرات! ہم نے یہ کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ کانگرس ہائی کمان اس انداز سے کام کرے گی جس انداز سے واقعتاً اس نے کانگرس کے زیر نگیں صوبوں میں کام کیا ہے۔ میں نے تو خواب میں بھی یہ نہ دیکھا تھا کہ وہ اس قدر پستی میں گر جائیں گے۔ میں کبھی یہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ

کانگرس اور انگریزوں میں شرفا کے مابین ایسا معاہدہ ہو جائے گا اور وہ اس حد تک چلا جائے گا کہ ہم دن رات چیختے چلاتے رہ جائیں گے، گورنر کالل ہو گئے اور گورنر جنرل بے بس! ہم نے انہیں یاد دلایا کہ ہماری اور دیگر اقلیتوں کی طرف سے ان کی کچھ خصوصی ذمہ داریاں ہیں! اور یہ کہ انہوں نے ہمارے ساتھ کچھ خصوصی وعدے کئے تھے۔ لیکن وہ سب کچھ بے جان ہو کر رہ گئے۔ خوش قسمتی سے قدرت نے ہماری دستگیری کی اور شرفا کا وہ معاہدہ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ کانگرس حکومت سے باہر چلی گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اپنے استعفوں پر بہت پچھتا رہے ہیں۔ بجلی کا بھرم کھل چکا ہے۔ چلو جو ہوا سو اچھا ہوا۔ لہٰذا میں آپ سے اپیل کرتا ہوں پوری متانت سے، جس قدر میرے اختیار میں ہے، کہ آپ خود کو اس طور سے منظم کیجئے کہ آپ کسی پر تکیہ نہ کریں، سوائے اپنی طاقت کے، یہی آپ کا واحد تحفظ ہو گا اور بہترین تحفظ۔ خود پر انحصار کیجئے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم دوسروں کے بارے میں برا چاہیں یا ان سے عناد رکھیں۔ اپنے حقوق اور مفادات کی حفاظت کے لئے خود میں وہ قوت پیدا کریں کہ آپ اپنا دفاع خود کر سکیں۔ بس یہی کچھ میں آپ سے پر زور طریقے سے کہنا چاہتا تھا۔

آئندہ دستور کا مسئلہ

اب، آئندہ دستور کے ضمن میں ہمارا موقف کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ جس قدر جلد حالات اجازت دیں یا زیادہ سے زیادہ اختتام جنگ کے فوراً بعد ہند کے آئندہ دستور کے مسئلہ پر ازسرنو غور کیا جائے اور ۱۹۳۵ء کے قانون کی بساط ہمیشہ ہمیشہ کیلئے لپیٹ دی جائے۔ ہم اس بات کے قائل نہیں کہ برطانوی حکومت سے مطالبے کریں کہ وہ اعلان کریں۔ ان اعلانات کا حقیقتاً کوئی فائدہ نہیں۔ ان سے اعلانات کرنے کے مطالبے کر کے آپ انہیں اس ملک سے باہر نکالنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ تاہم کانگرس نے وائسرائے سے مطالبہ کیا کہ وہ اعلان کرے۔ وائسرائے نے کہا کہ میں نے اعلان کر دیا ہے۔ کانگرس نے کہا "نہیں، نہیں، ہم ایک اور طرح کا اعلان چاہتے ہیں۔ آپ اعلان کریں اور فوراً کہ ہند آزاد ہے، اور خود مختار، اور اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ مجلس دستور ساز کے ذریعہ جس کا انتخاب حق بالغ رائے دہی پر ہو گا، یا جس قدر وسیع تر بنیاد پر ممکن ہو، اپنا دستور آپ وضع کرے۔ یہ مجلس بالضرور اقلیتوں کے "جائز مفادات" کو مطمئن کرے گی۔ مسٹر گاندھی کہتے ہیں کہ اگر اقلیتیں مطمئن نہ ہوں تو وہ اس پر آمادہ ہیں کہ اعلیٰ ترین نوعیت کا بے حد غیر جانبدار طرح کا کوئی ٹری بیونل مقرر کر دیں، جو تنازعہ کے بارے میں فیصلہ کر دے۔ اب، قطع نظر اس امر کے کہ یہ تجویز ناقابل عمل نوعیت کی ہے اور اس امر کے باوصف کہ تاریخی اور آئینی اعتبار سے یہ بے ہودہ بات ہے کہ آپ حکمران طاقت سے یہ کہیں کہ وہ ایک

مجلس دستور ساز کے حق میں دستبردار ہو جائیں' ان تمام باتوں کے باوصف فرض کیجئے کہ ہم اس حق رائے دہی کے معیار سے اتفاق نہیں کرتے جس کے تحت مرکزی مجلس منتخب کی جائے گی یا فرض کیجئے کہ ہم مسلمانوں کے نمائندوں کی ایک مستحکم جماعت کی حیثیت سے مجلس دستور ساز میں غیر مسلم اکثریت کو قبول نہیں کرتے۔ اس وقت کیا ہو گا؟ یہ کہا جاتا ہے کہ جو یہ مجلس اتنے بڑے برصغیر کے لئے قومی دستور وضع کرنے کے ضمن میں کرے ہمیں کسی چیز سے اختلاف کرنے کا کوئی حق نہیں' سوائے ان امور کے جن کا تعلق اقلیتوں کے تحفظات سے ہو۔ پس ہمیں یہ اعزاز بخشا گیا ہے کہ ہم صرف ان امور میں اختلاف کر سکتے ہیں جن کا شدید طور پر اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کے ساتھ تعلق ہو گا۔ ہمیں یہ اعزاز بھی عطا کیا گیا ہے کہ ہم اپنے نمائندے جداگانہ طرز انتخاب کے ذریعہ بھیج سکتے ہیں۔ اب یہ تجویز اس مفروضے پر مبنی ہے کہ جیسے ہی یہ عمل شروع ہو گا انگریز کا ہاتھ غائب ہو جائے گا۔ وگرنہ اس کے کوئی معنی ہی نہ ہوں گے۔ مسٹر گاندھی کہتے ہیں کہ دستور اس بات کا فیصلہ کرے گا کہ کیا انگریز غائب ہو جائے گا اور اگر ایسا ہو تو کس حد تک۔ دوسرے لفظوں میں ان کی تجویز کا لب لباب یہ ہے کہ پہلے آپ یہ اعلان کر دیجئے کہ ہم ایک آزاد اور خودمختار قوم ہیں۔ تب میں فیصلہ کروں گا کہ میں آپ کو کیا واپس دے سکتا ہوں۔ کیا مسٹر گاندھی ہند کے لئے مکمل آزادی طلب کرتے ہیں' جب وہ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں؟ لیکن انگریز غائب ہو یا نہ ہو لیکن یہ ثابت ہوتا ہے کہ بہت وسیع اختیارات لوگوں کو منتقل ہو جانے چاہئیں۔ مجلس دستور ساز کی اکثریت اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی صورت میں اولاً ٹری بیونل کون مقرر کرے گا؟ اور فرض کیجئے کہ ایک ٹری بیونل پر اتفاق رائے ممکن ہو گیا' ٹری بیونل نے ایوارڈ دے دیا اور فیصلہ صادر کر دیا گیا' کیا میں یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ پھر کون ہو گا جو یہ دیکھے گا کہ ایوارڈ کی شرائط کے مطابق اس پر عملدرآمد ہو رہا ہے یا نہیں؟ اور یہ کون دیکھے گا کہ عمل کے دوران اس کا احترام بھی کیا جا رہا ہے یا نہیں؟ کیونکہ ہمیں یہ بتایا جا رہا ہے کہ برطانیہ تو اپنے اختیارات سے کلی یا جزوی طور پر دستبردار ہو چکا ہو گا۔ پھر اس ایوارڈ کے پیچھے کون سی طاقت ہو گی جو اسے نافذ کرے گی؟ ہم اسی جواب پر پہنچتے ہیں' ہندو اکثریت یہ کام کرے گی۔ اور کیا یہ انگریز کی سنگینوں کے سایہ میں ہو گا یا مسٹر گاندھی کے "عدم تشدد" کے ذریعہ؟ کیا ہم ان پر مزید اعتماد کر سکتے ہیں؟ مزید برآں خواتین و حضرات کیا آپ یہ سوچ سکتے ہیں کہ اس نوعیت کے ایک سوال پر' ایک سماجی معاہدہ جس پر ہند کے آئندہ دستور کی بنا استوار کی جائے گی جو نو کروڑ مسلمانوں پر اثرانداز ہو گا' ایک عدالتی فیصلہ کے ذریعہ طے کیا جا سکتا ہے؟ پھر بھی یہ تجویز ہے کانگرس کی۔

اس سے قبل کہ میں مسٹر گاندھی کے چند روز پیشتر کے ارشادات کے بارے میں گفتگو کروں، میں کچھ اور کانگریسی رہنماؤں کے اعلانات کو نمٹاتا ہوں، ہر ایک مختلف آواز میں بول رہا ہے۔ مسٹر راج گوپال اچاریہ سابق وزیرِاعظم مدراس کہتے ہیں، ہندو مسلم اتحاد کا علاج مخلوط طرزِ انتخابات ہیں۔ یہ نسخہ ہے کانگریس تنظیم کے ایک بہت بڑے ڈاکٹر کا! (قہقہہ) دوسری طرف بابو راجندر پرشاد نے صرف چند روز پیشتر کہا، اوہ! اس سے زیادہ مسلمان اور کیا مانگتے ہیں؟ میں آپ کے سامنے ان کے الفاظ پڑھتا ہوں۔ اقلیتی مسئلے کا حوالہ دیتے ہوئے وہ کہتے ہیں "اگر برطانیہ ہمارا حق خود ارادیت تسلیم کر لیتا ہے تو یقیناً یہ تمام اختلافات غائب ہو جائیں گے۔" ہمارے اختلافات کس طرح غائب ہو جائیں گے؟ وہ اس کی وضاحت نہیں کرتے یا اس پر روشنی نہیں ڈالتے۔

"لیکن جب تک انگریز موجود ہیں اور اختیار ان کے ہاتھ میں ہے، اختلافات برقرار رہیں گے۔ کانگریس نے اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ آئندہ دستور، کانگریس تنہا نہیں بنائے گی بلکہ تمام سیاسی جماعتوں کے نمائندے اور مذہبی گروہ بنائیں گے۔ کانگریس اور بھی آگے گئی ہے اور اس نے اعلان کر دیا ہے کہ اس مقصد کے لئے اقلیتیں اپنے نمائندے جداگانہ طرزِ انتخابات کے ذریعہ منتخب کر سکتی ہیں۔ حالانکہ کانگریس جداگانہ طرزِ انتخابات کو ایک لعنت سمجھتی ہے۔ یہ مجلس دستور ساز اس ملک کے تمام لوگوں کی نمائندہ ہو گی، بلالحاظ ان کے مذہبی اور سیاسی تعلق کے جو ہند کے آئندہ دستور کے بارے میں فیصلہ کرے گی نہ کہ یہ پارٹی یا وہ پارٹی۔ اس سے بہتر اقلیتیں اور کیا ضمانت مانگتی ہیں؟" پس بابو راجندر پرشاد کے مطابق جس لمحے ہم مجلس میں داخل ہوں گے ہم اپنے سیاسی روابط اور مذاہب اور باقی ہر چیز کو خیرباد کہہ دیں گے۔ یہ ہے وہ جو بابو راجندر پرشاد نے حال ہی میں یعنی ۱۸ مارچ ۱۹۴۰ء کو فرمایا۔ اور اب یہ ہے جو مسٹر گاندھی نے ۲۰ مارچ ۱۹۴۰ء کو کہا

"میرے نزدیک ہندو، مسلمان، پارسی اور ہریجن سب برابر ہیں۔ میں غیر سنجیدہ نہیں ہو سکتا۔" لیکن میرا خیال ہے کہ وہ غیر سنجیدہ ہیں۔ "میں غیر سنجیدہ نہیں ہو سکتا، جب میں قائدِاعظم محمد علی جناح کے متعلق بات کروں۔ وہ میرے بھائی ہیں۔"

فرق صرف اتنا ہے کہ بھائی گاندھی کے تین ووٹ ہیں اور میرا صرف ایک ووٹ! (قہقہہ)

"مجھے فی الحقیقت مسرت ہو گی اگر وہ مجھے اپنی جیب میں رکھ سکیں" مجھے نہیں معلوم کہ میں ان کی اس تازہ ترین پیشکش پر کیا کہوں!

"ایک زمانہ تھا جب میں یہ کہہ سکتا تھا کہ ایک مسلمان بھی ایسا نہیں جس کا اعتماد مجھے حاصل نہیں۔ یہ میری بدقسمتی ہے کہ آج ایسا نہیں۔"

انہوں نے آج مسلمانوں کا اعتماد کیوں کھو دیا؟ کیا میں یہ دریافت کر سکتا ہوں خواتین و حضرات؟

"اردو اخبارات میں جو کچھ شائع ہوتا ہے وہ سارا کچھ میری نظر سے نہیں گزرتا لیکن شاید اس میں مجھے بہت گالیاں دی جاتی ہیں۔ مجھے اس کا کوئی دکھ نہیں۔ میں اب بھی اس بات کا قائل ہوں کہ ہندو مسلم سمجھوتے کے بغیر کوئی سوراج نہیں ہو سکتا۔"

مسٹر گاندھی یہ بات پچھلے بیس برس سے کہہ رہے ہیں۔

"شاید آپ یہ دریافت کریں کہ میں لڑائی کی بات کیوں کر رہا ہوں؟ میں یہ اس لئے کر رہا ہوں کہ یہ لڑائی مجلس دستور ساز کے لئے ہو گی۔" وہ انگریزوں سے لڑ رہے ہیں۔ لیکن کیا میں مسٹر گاندھی اور کانگرس کو یہ بتا سکتا ہوں کہ آپ اس مجلس دستور ساز کے لئے لڑ رہے ہیں جس کے بارے میں مسلمان کہتے ہیں کہ ہم اسے قبول نہیں کر سکتے۔ جس کے بارے میں مسلمان کہتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے تین اور ایک' جس کے بارے میں مسلمان کہتے ہیں کہ اس طرح' سروں کو گن کر' ہم کبھی بھی ایسا سمجھوتہ نہیں کر سکتے' جو حقیقی سمجھوتہ ہو گا دلوں سے' جس کی وجہ سے ہم دوستوں کی طرح سے کام کر سکیں گے۔ لہذا مجلس دستور ساز کا تصور قابل اعتراض ہے علاوہ دیگر اعتراضات کے۔ لیکن وہ مجلس دستور ساز کے لئے لڑ رہے ہیں' مسلمانوں سے مطلق نہیں لڑ رہے۔

وہ کہتے ہیں "میں ایسا اس لئے کر رہا ہوں کہ یہ لڑائی مجلس دستور ساز کے لئے ہو گی۔ اگر وہ مسلمان جو مجلس دستور ساز میں آتے ہیں" ذرا الفاظ پر غور کیجئے "جو مجلس دستور ساز میں آتے ہیں' مسلمانوں کے ووٹوں کے ذریعہ سے --- کہہ دیں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں کوئی چیز مشترک نہیں ہے۔ صرف اس صورت میں تمام امید چھوڑ دوں گا۔ لیکن اس وقت بھی میں ان سے اتفاق کروں گا کیونکہ وہ قرآن پڑھتے ہیں اور میں نے بھی اس مقدس کتاب کا کچھ تھوڑا سا مطالعہ کیا ہے۔" (قہقہہ)

پس وہ مجلس دستور ساز مسلمانوں کے خیالات معلوم کرنے کے لئے مانگتے ہیں۔ اگر وہ اتفاق نہیں کرتے تب وہ امید چھوڑ دیں گے۔ لیکن پھر بھی وہ ہم سے اتفاق کریں گے (قہقہہ) میں آپ سے پوچھتا ہوں' خواتین و حضرات! کیا یہ طریقہ ہے مسلمانوں کے ساتھ مفاہمت کی اصلی اور حقیقی خواہش کے اظہار کا' اگر کوئی ایسی خواہش موجود ہے؟ (آوازیں: نہیں۔ نہیں) مسٹر گاندھی کیوں تسلیم نہیں کرتے' میں نے یہ بات ایک سے زیادہ مرتبہ کی ہے' اور اس پلیٹ فارم سے پھر دہراتا ہوں' اب مسٹر گاندھی دیانتداری کے ساتھ کیوں تسلیم نہیں کر لیتے کہ کانگرس' ہندو کانگرس ہے

اور وہ ہندوؤں کی ٹھوس تنظیم کی نمائندگی کرتے ہیں۔ مسٹر گاندھی کو یہ کہنے میں فخر ہونا چاہئے کہ "میں ہندو ہوں' کانگرس کو ہندوؤں کی زبردست حمایت حاصل ہے۔" مجھے یہ کہنے میں کوئی شرم نہیں کہ میں مسلمان ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین و آفرین) میں صحیح کہتا ہوں' اور مجھے امید اور یقین ہے اور ایک اندھے کو بھی اب تک یقین ہو گیا ہو گا کہ مسلم لیگ کو مسلمانان ہند کی زبردست حمایت حاصل ہے۔ پھر یہ تمام جھانسے کیوں؟ یہ تمام چالاکیاں کیوں؟ پھر مسلمانوں کا تختہ پلٹنے کے لئے انگریزوں پر دباؤ ڈالنے کے طریقے کیوں اختیار کئے جا رہے ہیں؟ سول نافرمانی کی دھمکی کیوں دی جا رہی ہے؟ مجلس دستور ساز کے لئے لڑائی کیوں لڑی جا رہی ہے؟ صرف یہ دریافت کرنے کے لئے کہ مسلمان اتفاق کرتے ہیں یا اتفاق نہیں کرتے (نعرہ ہائے تحسین) وہ ہندو رہنما کی حیثیت سے کیوں نہیں آتے؟ وہ فخر کے ساتھ اپنے لوگوں کی نمائندگی کرتے ہوئے آئیں اور مجھے فخر کے ساتھ مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنے ساتھ ملاقات کا موقع دیں۔ جہاں تک کانگرس کا تعلق ہے مجھے یہی کچھ کہنا تھا۔

برطانیہ سے گفت و شنید

جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ جہاں تک برطانوی حکومت کا تعلق ہے' ہمارے مذاکرات ابھی پایہ تکمیل کو نہیں پہنچے۔ ہم نے متعدد نکات پر یقین دہانیاں طلب کی تھیں۔ بہرنوع ایک نکتہ پر ہم نے کچھ پیش رفت کی ہے' اور وہ یہ ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ ہمارا مطالبہ یہ تھا کہ قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۳۵ء سے ہٹ کر ہند کے آئندہ دستور کے سارے مسئلہ پر از سرنو غور ہونا چاہئے۔ اس پر وائسرائے کا جواب' ملک معظم کی حکومت کی جانب سے اختیار کے ساتھ' یہ تھا۔۔۔ بہتر ہو گا کہ میں ان کا۔ حوالہ دوں۔۔۔ یہ میں اپنے الفاظ میں بیان کرنا نہیں چاہتا۔ یہ وہ جواب ہے جو ہمیں ۲۳ دسمبر کو بھیجا گیا۔

"میرا آپ کے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں نے ۱۳ اکتوبر کو ملک معظم کی حکومت کی منظوری سے جو اعلان کیا تھا وہ قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۳۵ء کے کسی جزو یا اس حکمت عملی اور منصوبوں پر غوروخوض کو خارج نہیں کرتا جس پر وہ مبنی ہے۔ آپ ملاحظہ کیجئے الفاظ "خارج نہیں کرتا" (نعرہ ہائے تحسین)

جہاں تک دیگر امور کا تعلق ہے ہم مذاکرات کر رہے ہیں اور بہت اہم نکات یہ ہیں : (ا) ہند کے آئندہ دستور کے متعلق ہماری منظوری اور رضا کے بغیر ملک معظم کی حکومت کو کوئی اعلان نہیں کرنا چاہئے۔ (تحسین و آفرین) اور کسی مسئلے کے بارے میں ہماری پس پشت کسی جماعت سے کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جائے گا تا آنکہ اسے ہماری منظوری اور رضامندی حاصل ہو۔ (تحسین و

آفرین) پس خواتین و حضرات! برطانوی حکومت اپنی دانش کے لحاظ سے ہمیں یقین دہانی کرائے یا نہ کرائے، مجھے بھروسہ ہے کہ پھر بھی انہیں یہ آگہی ہو جائے گی کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم کسی اور منصف کے ہاتھ میں نو کروڑ مسلمانوں کا مستقبل نہیں چھوڑ سکتے، تو یہ منصفانہ اور جائز مطالبہ ہے۔ ہم اور صرف ہم ہی آخری ثالث ہو سکتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک جائز مطالبہ ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ برطانوی حکومت مسلمانوں پر ایسا دستور مسلط کر دے جسے وہ منظور نہیں کرتے، جسے وہ قبول نہیں کرتے۔ لہٰذا برطانوی حکومت کو بہترین مشورہ یہ ہو گا کہ وہ یہ یقین دہانی کرا دے اور مسلمانوں کو اس معاملے میں مکمل سکون اور اعتماد عطا کر دے اور ان کی دوستی حاصل کر لے۔ لیکن وہ ایسا کرتے ہیں یا نہیں کرتے، بہرنوع، جیسا کہ میں آپ کو پہلے بتا چکا ہوں، ہمیں اپنی ہی طاقت پر انحصار کرنا چاہئے اور میں اس پلیٹ فارم سے یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر ہماری منظوری اور ہماری رضامندی کے بغیر کوئی اعلان کیا گیا، کوئی عبوری بندوبست کیا گیا، تو ہند کے مسلمان مزاحمت کریں گے (تحسین و آفرین) اور اس باب میں کوئی غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے۔

اگلا نکتہ فلسطین کے بارے میں تھا۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ عربوں کے معقول قومی مطالبات کو تسلیم کرنے کی کوششیں، مخلصانہ کوششیں کی جا رہی ہیں۔ ہم سنجیدہ کوششوں، مخلصانہ کوششوں، اور بہترین کوششوں سے مطمئن نہیں ہو سکتے (قہقہہ) ہم چاہتے ہیں کہ برطانوی حکومت کو واقعتاً اور درحقیقت فلسطین میں عربوں کے مطالبات تسلیم کر لینے چاہئیں۔ (تحسین و آفرین)

پھر اگلا نکتہ تھا فوجوں کے باہر بھیجنے سے متعلق۔ اس معاملہ میں تھوڑی سی غلط فہمی ہے لیکن بہرکیف ہم نے اپنا موقف واضح کر دیا ہے کہ ہمارا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا، اور درحقیقت زبان بھی جو استعمال کی گئی اس سے اس کا کوئی جواز نہیں نکلتا، کہ یہ غلط خدشہ یا خدشہ لاحق ہو جائے کہ ہمارے اپنے ملک کے مکمل دفاع کے لئے افواج استعمال نہ کی جائیں۔ ہم جو کچھ چاہتے تھے وہ یہ تھا کہ برطانوی حکومت ہمیں یہ یقین دہانی کرائے کہ ہندی افواج کو کسی مسلم ملک یا کسی مسلم طاقت کے خلاف نہیں بھیجا جائے گا (تحسین و آفرین) ہمیں امید کرنی چاہئے کہ ہم اب بھی برطانوی حکومت سے صورت حال کی مزید وضاحت کرا سکیں گے۔

تو یہ ہے صورت حال جہاں تک برطانوی حکومت کا تعلق ہے۔ مجلس عاملہ کے گذشتہ اجلاس نے وائسرائے سے کہا تھا کہ مجلس عاملہ کی قرارداد مورخہ ۳ فروری میں جو وضاحتیں کر دی گئی ہیں ان کی روشنی میں اپنے ۲۳ دسمبر کے مکتوب پر نظرثانی کریں اور ہمیں اطلاع دی گئی ہے کہ یہ معاملہ بکمال احتیاط ان کے زیر غور ہے۔

۳۶۸

ہندو مسلم صورت حال

خواتین و حضرات! سو یہ ہے صورت حال اعلان جنگ کے بعد سے ۳ فروری تک کی۔

جہاں تک ہماری داخلی صورت حال کا تعلق ہے ہم اس کا جائزہ لے رہے ہیں۔ آپ کو علم ہے کہ باخبر ماہرین دستور سازی نے اور دیگر لوگوں نے جنہیں ہند کے آئندہ دستور کے مسئلے سے دلچسپی ہے ہمیں متعدد تجاویز ارسال کی ہیں اور ہم نے اب تک موصول ہونے والی تجاویز کی تفصیلات کا جائزہ لینے کے لئے ایک ذیلی کمیٹی مقرر کر دی ہے۔ لیکن ایک چیز بڑی واضح ہے۔ غلطی سے ہمیشہ سے یہ سمجھا جا رہا ہے کہ مسلمان ایک اقلیت ہیں اور بلاشبہ ایک طویل عرصے سے ہم بھی اس کے خوگر ہو گئے ہیں کہ بعض اوقات طے شدہ تصورات کو دور کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ مسلمان ایک اقلیت نہیں ہیں۔ مسلمان کسی بھی تعریف کے لحاظ سے ایک قوم ہیں۔ انگریز اور بالخصوص کانگرس اس بنیاد پر گفتگو کرتے ہیں "اچھا! بہرکیف آپ ایک اقلیت ہیں' آپ کیا چاہتے ہیں؟" "اقلیتیں اور کیا مانگتی ہیں؟" جیسا کہ بابو راجندر پرشاد نے کہا تھا۔ لیکن یقینی طور پر مسلمان اقلیت نہیں ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انگریز کے تیار کردہ برطانوی ہند کے نقشہ میں بھی ہم اس ملک کے وسیع علاقوں میں آباد ہیں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں۔ جیسے بنگال' پنجاب' صوبہ سرحد' سندھ اور بلوچستان۔ اب سوال یہ ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جو یہ مسئلہ ہے اس کا بہترین حل کیا ہے؟ ہم اس پر غور و فکر کر رہے ہیں اور جیسا کہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ مختلف تجاویز پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی جا چکی ہے لیکن دستور کی حتمی تجویز جو بھی ہو' میں اپنے خیالات آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں اور ان کی تصدیق کے لئے میں آپ کی خدمت میں ایک خط پیش کروں گا جو لالہ لاجپت رائے نے مسٹر سی۔ آر۔ داس کے نام لکھا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ خط چودہ یا پندرہ برس قبل لکھا گیا تھا اور کسی اندر پرکاش کی کتاب میں شائع ہوا ہے جو حال ہی میں طبع ہوئی ہے۔ لالہ لاجپت رائے' ایک زیرک سیاست دان اور کٹر ہندو مہاسبھائی' کہتے ہیں۔ لیکن اس سے پیشتر کہ میں یہ خط پڑھوں' اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ کو ہندو ہونے سے کوئی مفر نہیں ہو گا اگر آپ ہندو ہیں (قہقہہ) لفظ "قوم پرست" اب سیاست میں شعبدہ بازوں کا کھلونا بن گیا ہے۔ اس خط میں کہا گیا ہے :

"ایک اور نکتہ ہے جو کافی عرصے سے میرے لئے پریشانی کا باعث بن گیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اس پر نہایت احتیاط سے غور کریں۔ اور وہ ہے ہندو مسلم اتحاد کا سوال۔ گذشتہ ۶ ماہ کے دوران میں نے اپنا بیشتر وقت مسلم تاریخ اور مسلم قانون کے مطالعے میں صرف کیا اور میں یہ سوچنے پر مائل ہوں کہ یہ نہ ہی ممکن ہے اور نہ ہی قابل عمل۔ مسلم رہنماؤں کے تحریک سول

نافرمانی کے دوران خلوص کو فرض اور تسلیم کر لینے کے باوجود میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کے مذہب میں اس طرح کی کسی بھی چیز کے لئے موثر ممانعت موجود ہے۔

آپ کو وہ گفتگو یاد ہو گی جو میں نے آپ کو کلکتہ میں سنائی تھی اور جو میرے، حکیم اجمل خاں اور ڈاکٹر کچلو کے درمیان ہوئی تھی۔ حکیم اجمل خاں سے زیادہ نفیس مسلمان ہند میں موجود نہیں۔ لیکن کیا کوئی مسلمان رہنما قرآن سے سرتابی کر سکتا ہے۔ میں صرف یہ امید کر سکتا ہوں کہ اسلامی قانون کے بارے میں میرا ماحصل غلط ہو۔"

میں سمجھتا ہوں کہ ان کا ماحاصل بالکل درست ہے!

"کوئی چیز مجھے اس سے زیادہ دکھ نہیں دے سکتی جتنا اس بات کا یقین کہ یہ ایسا ہی ہے۔ لیکن اگر یہ درست ہے تو یہ تو ہو سکتا ہے کہ ہم انگریز کے خلاف متحد ہو جائیں لیکن ہم برطانوی خطوط پر ہند پر حکومت کرنے کے لئے متحد نہیں ہو سکتے۔ ہم جمہوری خطوط پر ہند پر حکومت کرنے کے لئے متحد نہیں ہو سکتے۔"

خواتین و حضرات! جب لالہ لاجپت رائے کہتے ہیں کہ ہم جمہوری خطوط پر اس ملک پر حکومت نہیں کر سکتے، تو یہ بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن جب ۱۸ ماہ قبل مجھے یہ سچی بات کہنے کی جرات ہوئی تو میرے خلاف حملوں اور تنقید کا طومار باندھ دیا گیا۔ لیکن لالہ لاجپت رائے نے ۱۶ برس قبل یہ کہا کہ ہم ایسا نہیں کر سکتے، یعنی جمہوری خطوط پر ہند پر حکمرانی۔ اس کا علاج کیا ہے؟ کانگرس کے نزدیک یہ ہے کہ ہمیں اقلیت بنا لیا جائے اور اکثریت کی حکمرانی میں رکھا جائے۔ لالہ لاجپت رائے آگے چلتے ہیں:

"پھر اس کا علاج کیا ہے؟ میں ۷ کروڑ مسلمانوں سے خوف زدہ نہیں ہوں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہند میں ۷ کروڑ جمع افغانستان، مرکزی ایشیا، عرب، میسوپوٹیمیا اور ترکی کا مسلح لاؤ لشکر ناقابل مزاحمت ہو گا۔" (قہقہہ)

"میں دیانتداری اور خلوص کے ساتھ ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت اور پسندیدگی کا قائل ہوں۔ میں مسلم رہنماؤں پر اعتماد کرنے کے لئے بھی پوری طرح سے آمادہ ہوں۔ لیکن قرآن اور حدیث کے احکام کے بارے میں کیا خیال ہے؟ رہنما ان سے تو سرتابی نہیں کر سکتے۔ پھر کیا ہم مارے گئے؟ مجھے امید ہے کہ آپ کے فاضل ذہن اور دانشمند دماغ اس مشکل کا کوئی حل ڈھونڈ نکالیں گے۔"

خواتین و حضرات! اب یہ محض ایک خط ہے جو ایک عظیم ہندو رہنما کی جانب سے دوسرے عظیم ہندو رہنما کے نام پندرہ برس پیشتر لکھا گیا۔ اب میں اس موضوع پر جملہ موجودہ حالات کو

ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنے خیالات آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ برطانوی حکومت اور پارلیمان اور بیشتر انگریز قوم نے قرنوں پہلے طے شدہ تصورات کے مطابق ہند کے مستقبل کے تصور کو پالا پوسا اور اسے پروان چڑھایا۔ اس کی بنا استوار کی گئی' اس نظریئے پر جس نے ان کے ملک میں ترقی پائی اور جس کے تحت برطانوی دستور' پارلیمان کے ایوانوں اور کابینہ کے نظام کے ذریعہ کام کر رہا ہے۔ ان کا جماعتی حکومت کا تصور جو سیاسی بنیادوں پر کام کرتا ہے' ان کے نزدیک مثالی اور ہر ملک کے لئے بہترین طرز حکومت ہے۔ اور یک طرفہ اور طاقتور پروپیگنڈے نے' جو قدرتی طور پر انہیں پسند آیا' ان سے قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۳۵ء میں مذکور دستور مرتب کرا کے ایک سنگین غلطی کا ارتکاب کرا دیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ برطانیہ کے ممتاز مدبرین نے جو ان نظریات کے حامل ہیں سنجیدگی سے یہ دعویٰ کیا اور امید ظاہر کی کہ ہند کے متخالف عناصر میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہم آہنگی پیدا ہو جائے گی۔

لندن ٹائمز جیسے ایک مقتدر جریدے نے قانون حکومت ہند مجریہ ۱۹۳۵ء پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا : "بلاشبہ ہندو اور مسلمانوں میں اختلافات صحیح معنوں میں صرف مذہبی ہی نہیں بلکہ قانون اور ثقافت کے اعتبار سے بھی ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ وہ فی الحقیقت دو بالکل نمایاں اور علیحدہ تہذیبوں کے نمائندہ ہیں۔ تاہم وقت کے ساتھ توہمات ختم ہو جائیں گے اور ہند ایک قوم کی شکل اختیار کر لے گا۔" پس' لندن ٹائمز کے نزدیک دشواریاں محض توہمات ہیں۔ ان بنیادی اور گہرے روحانی' اقتصادی' معاشرتی اور سیاسی اختلافات کو کھلّا "توہمات" کہہ کر جھٹک دیا گیا۔ یقینی طور پر معاشرے کے بارے میں اسلام اور ہندو مت کے تصورات کے مابین فرق کو محض "توہمات" قرار دینا برصغیر ہند کی ماضی کی تاریخ کو بین طور پر نظرانداز کر دینا ہے۔ ہزار سال کے گہرے روابط کے باوصف اگر قوموں میں اس قدر بعد ہے' جتنا کہ آج ہے' تو یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ کسی بھی وقت صرف اس لئے ایک قوم بن جائے گی کہ ان پر ایک جمہوری دستور مسلط کر دیا گیا اور انہیں برطانوی پارلیمانی قانون کے غیر قدرتی اور مصنوعی طریقوں کے ذریعہ زبردستی یکجا کر دیا گیا۔ جو کچھ ہند کی ڈیڑھ سو سالہ وحدانی حکومت حاصل کرنے میں ناکام رہی وہ مرکزی وفاقی حکومت کے نفاذ کے ذریعہ سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ناقابل فہم ہے کہ اس طرح کی ساختہ حکومت کے کسی فرمان یا حکم کو کبھی بھی سارے ہندوستان میں مختلف قوموں کی طرف سے وفادارانہ اور رضامندانہ اطاعت مل سکے' سوائے اس کے کہ ان کے پیچھے مسلح فوج کی طاقت ہو۔

خود مختار قومی ریاستیں

ہند میں جو مسئلہ ہے اس کی نوعیت فرقہ وارانہ نہیں بلکہ بدیہی طور پر بین الاقوامی ہے اور

اس کے ساتھ اسی انداز سے نمٹنا چاہئے۔ جب تک کہ اس اساسی اور بنیادی صداقت کو محسوس نہیں کر لیا جائے گا' جو دستور بھی وضع کیا جائے گا' وہ سانحہ پر منتج ہو گا۔ اور نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ انگریزوں اور ہندوؤں کے لئے بھی تباہ کن اور مضرت رساں ثابت ہو گا۔ اگر برطانوی حکومت اس برصغیر کے لوگوں کے لئے امن اور خوشحالی کے حصول کی حقیقتاً آرزومند اور مخلص ہے تو ہم سب کے سامنے ایک ہی راستہ ہے کہ ہند کو "خودمختار قومی ریاستوں" میں تقسیم کر کے بڑی قوموں کو علیحدہ وطن بنا لینے دیں۔ ایسی کوئی وجہ نہیں کہ یہ ریاستیں ایک دوسرے کی معاند ہوں۔ دوسری طرف ملک کی حکومت میں ایک فریق کا دوسرے فریق کے معاشرتی نظم کو دبانے اور سیاسی غلبے کے حصول' کی قدرتی خواہش بھی غائب ہو جائے گی۔ بین الاقوامی معاہدات کے ذریعہ قدرتی خیر سگالی کی طرف زیادہ پیش رفت ہو گی اور وہ اپنے ہمسایوں کے ساتھ مکمل ہم آہنگی کے ساتھ رہ سکیں گے۔ اس سے اقلیتوں کے متعلق دو طرفہ انتظامات کیلئے آسانی کے ساتھ مسلم ہند اور ہندو ہند کے مابین دوستانہ سمجھوتوں کی راہ ہموار ہو سکے گی جس سے زیادہ مناسب اور موثر طریقے سے مسلمانوں اور متعدد دیگر اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کا تحفظ ہو سکے گا۔

یہ سمجھنا بہت دشوار بات ہے کہ ہمارے ہندو دوست اسلام اور ہندو مت کی حقیقی نوعیت کو سمجھنے سے کیوں قاصر ہیں۔ یہ حقیقی معنوں میں مذاہب نہیں ہیں۔ فی الحقیقت یہ مختلف اور نمایاں معاشرتی نظام ہیں اور یہ ایک خواب ہے کہ ہندو اور مسلمان کبھی ایک مشترکہ قوم کی سلک میں منسلک ہو سکیں گے ۔ ایک ہندی قوم کا تصور حدود سے بہت زیادہ تجاوز کر گیا ہے اور آپ کے بہت سے مصائب کی جڑ ہے۔ اور اگر ہم بروقت اپنے تصورات پر نظرثانی نہ کر سکے تو یہ ہند کو تباہی سے ہمکنار کر دے گا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کا دو مختلف مذہبی فلسفوں' معاشرتی رسم و رواج اور ادب سے تعلق ہے۔ نہ وہ آپس میں شادی بیاہ کرتے ہیں نہ اکٹھے بیٹھ کر کھاتے پیتے ہیں۔ دراصل وہ دو مختلف تہذیبوں سے متعلق ہیں جن کی اساس متصادم خیالات اور تصورات پر استوار ہے۔ یہ بھی بالکل واضح ہے کہ ہندو اور مسلمان تاریخ کے مختلف ماخذوں سے وجدان حاصل کرتے ہیں۔ ان کی رزم مختلف ہے' ہیرو الگ ہیں اور داستانیں جدا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے ایک کا ہیرو دوسرے کا دشمن ہوتا ہے اور اسی طرح ان کی کامرانیاں اور ناکامیاں ایک دوسرے پر منطبق ہو جاتی ہیں۔ ایسی دو قوموں کو ایک ریاست کے جوئے میں جوت دینے کا جن میں سے ایک عددی لحاظ سے اقلیت اور دوسری اکثریت ہو' نتیجہ بڑھتی ہوئی بے اطمینانی ہو گا اور آخرکار وہ تانا بانا ہی تباہ ہو جائے گا جو اس طرح کی ریاست کے لئے بنایا جائے گا۔

تاریخ نے ہمیں بہت سی مثالیں پیش کی ہیں' جیسے انگلستان اور آئرلینڈ کا اتحاد۔ چیکوسلاو یکیہ

اور پولینڈ' تاریخ نے ہمیں بہت سے جغرافیائی خطے بھی دکھائے ہیں' برصغیر ہند سے بہت چھوٹے جنہیں ایک ملک کہا جا سکتا تھا۔ لیکن وہ اتنی ہی ریاستوں میں منقسم ہیں جتنی قومیں ان میں آباد ہیں۔ جزیرہ نما بلقان میں سات یا آٹھ خودمختار ریاستیں ہیں۔ اسی طرح پرتگال اور ہسپانیہ ایبریا کے جزیرہ نما میں منقسم ہیں۔ جبکہ ہند کے اتحاد اور ایک قوم' جس کا کوئی وجود نہیں' کے بہانے سے یہاں ایک مرکزی حکومت کا ڈول ڈالنے کی جستجو کی جا رہی ہے۔ جبکہ ہمیں علم ہے کہ گذشتہ بارہ سو برس کی تاریخ حصول اتحاد میں ناکام رہی اور مدت مدید سے ہند کو ہندو ہند اور مسلم ہند میں منقسم پایا۔ ہند کے موجودہ مصنوعی اتحاد کا آغاز انگریزوں کی فتوحات کے بعد سے ہوا اور برطانوی سنگینوں کے زور پر اسے برقرار رکھا گیا۔ لیکن برطانوی عہد کا اختتام جو ملک معظم کی حکومت کے تازہ ترین اعلان سے مترشح ہے' توڑ پھوڑ کا اس قدر بڑا سانحہ ہو گا جس سے بدتر مسلمانوں کے زیر اقتدار پچھلے ہزار برس کے دوران کبھی نہ ہوا ہو گا۔ یقین ہے کہ ڈیڑھ سو برس کی حکومت کے بعد انگریز ہند کو یہ تحفہ تو نہ دیں گے' نہ ہی ہندو ہند اور مسلم ہند اتنے بڑے المیے کا خطرہ مول لے سکتے ہیں۔

مسلم ہند کسی ایسے دستور کو قبول نہیں کر سکتا جو لازمی طور پر ہندو اکثریت کی حکومت پر منتج ہو۔ ایسا جمہوری نظام' جس کے تحت ہندوؤں اور مسلمانوں کو یکجا کر کے' اقلیتوں پر مسلط کیا جائے گا تو اس کا واحد مطلب ہندو راج ہو گا۔ اس نوع کی جمہوریت کا' جس کی کانگرس ہائی کمان بہت گرویدہ ہے' مطلب ہے ہر اس چیز کی مکمل تباہی جو اسلام کے نزدیک بے حد بیش قیمت ہے۔ ہمیں گذشتہ ڈھائی برس کے دوران صوبائی دستور پر عملدرآمد کا بہت کافی تجربہ ہے۔ اس طرح کی حکومت کا اعادہ خانہ جنگی اور نجی فوجوں کی تیاری ہو گا جیسا کہ مسٹر گاندھی سکھر کے ہندوؤں کو مشورہ دے چکے ہیں جب انہوں نے کہا کہ انہیں اپنا دفاع خود کرنا چاہیے' تشدد سے یا عدم تشدد سے' مار کے بدلے مار اور اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو انہیں ترک وطن کر دینا چاہیے۔

معروف انداز کے مطابق مسلمان اقلیت نہیں ہیں۔ ہم ذرا سا پلٹ کر دیکھیں۔ ہند کے برطانوی نقشے کے مطابق آج بھی ۱۱ صوبوں میں سے ۴ صوبوں میں' مسلمان کم و بیش اکثریت میں ہیں' اور وہاں کانگرس کے اس فیصلے کے علی الرغم کام ہو رہا ہے کہ عدم تعاون کرو اور سول نافرمانی کی تیاری کرو۔ قوم کی کسی بھی تعریف کے مطابق مسلمان ایک قوم ہیں۔ اور ان کے اپنے وطن ہونے چاہئیں' اپنے علاقے اور اپنی ریاست۔ ہم آزاد اور خودمختار قوم کی حیثیت سے اپنے ہمسایوں کے ساتھ امن اور آشتی کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے عوام بھرپور روحانی' ثقافتی' اقتصادی' معاشرتی اور سیاسی زندگی میں ترقی کریں۔ اس انداز سے جسے ہم بہترین سمجھتے ہیں'

اپنے آئیڈیل کے مطابق اور اپنے عوام کی سوچ کے مطابق۔ دیانت کا تقاضا ہے اور ہمارے کروڑوں لوگوں کا اہم مفاد ہم پر یہ مقدس فریضہ عائد کرتا ہے کہ ہم ایسا آبرومندانہ اور پر امن حل تلاش کریں جو سب کے لئے جائز اور منصفانہ ہو۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم نہ تو دھمکیوں اور گیدڑ بھبکیوں سے متاثر ہوں گے اور نہ ہی اپنے اغراض و مقاصد سے انحراف کریں گے۔ ہمیں جملہ دشواریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ ہم نے اپنے سامنے جو مقصد رکھا ہے اس کے لئے جتنی قربانیوں کی ضرورت پڑی پیش کر دی جائیں گی۔

خواتین و حضرات! یہ کام ہے ہمارے سامنے ہے۔ مجھے خدشہ ہے کہ میں اپنے وقت کی حد کو پار کر گیا ہوں۔ بہت سی باتیں ہیں جو میں آپ سے کہنا چاہتا تھا لیکن میں نے پہلے ہی ایک کتابچہ شائع کر دیا ہے جس میں وہ بیشتر باتیں آگئی ہیں، جو میں کہتا رہا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ بہت آسانی سے یہ کتابچہ جو انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں شائع ہوا ہے مسلم لیگ کے دفتر سے حاصل کر سکتے ہیں۔ اس میں مسلم لیگ کی اہم قراردادیں اور دیگر بیانات موجود ہیں۔ بہرنوع میں نے وہ کام آپ کے سامنے رکھ دیا ہے جو ہمیں آئندہ کرنا ہے۔ کیا آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ یہ کس قدر زبردست اور بڑا کام ہے؟ کیا آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ آپ آزادی اور خودمختاری محض دلائل کے بل پر حاصل نہیں کر سکتے؟ مجھے دانشوروں سے اپیل کرنی چاہئے۔ دنیا کے تمام ملکوں میں دانشور ہی آزادی کی تحریکوں کے سرخیل ہوتے ہیں۔ مسلمان دانشور کیا کرنا چاہتے ہیں؟ میں آپ کو بتا سکتا ہوں کہ جب تک کہ آپ اسے اپنے خون میں نہ دوڑا دیں گے، جب تک کہ آپ آستینیں چڑھانے پر آمادہ نہیں ہو جائیں گے، جب تک کہ آپ وہ سب کچھ قربان کر دینے کے لئے تیار نہ ہوں گے جو قربان کر سکتے ہیں، جب تک کہ آپ اپنی قوم کیلئے بے لوثی اور خلوص کے ساتھ کام نہیں کریں گے، آپ کبھی بھی اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکیں گے۔ دوستو! پس میں چاہتا ہوں کہ قطعی طور پر آپ اپنا ذہن تیار کر لیں اور پھر ترکیبیں سوچیں، اور اپنے لوگوں کو منظم کریں، اپنی تنظیم کو مضبوط بنائیں، اور پورے ہند میں مسلمانوں کو مجتمع کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ عوام پوری طرح بیدار ہیں۔ انہیں صرف آپ کی رہنمائی اور قیادت کی ضرورت ہے۔ اسلام کے خادموں کی حیثیت سے آگے بڑھیں اور اپنے لوگوں کو اقتصادی، معاشرتی، تعلیمی اور سیاسی طور پر منظم کریں۔ مجھے یقین ہے آپ ایسی طاقت بن جائیں گے جسے ہر کوئی تسلیم کرے گا۔

(آل انڈیا مسلم لیگ، اجلاس لاہور مارچ ۱۹۴۰ء رپورٹ، خطبہ صدارت، مطبوعہ دہلی ۱۹۴۵ء)

۱۶۳- آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں اختتامی تقریر

لاہور، ۲۵ مارچ ۱۹۴۰ء

اپنی اختتامی تقریر میں مسٹر جناح نے استقبالیہ کمیٹی کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اتنے عمدہ انتظامات کئے اور کارروائی کو چلانے میں ان کی مدد کی۔ انہوں نے کہا کہ جب انہوں نے لاہور کے المناک واقعات کے بارے میں سنا، جب انہوں نے سنا کہ لاہور میں خاکساروں پر گولیاں چلائی گئیں تو وہ بہت پریشان ہوئے اور ان کی عمر کچھ نہیں تو دس برس کم ہو گئی ہو گی۔ بعض لوگوں نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ لاہور میں اجلاس منعقد نہ کریں۔ لیکن انہیں پنجاب کے لوگوں پر بھروسہ تھا چنانچہ انہوں نے اجلاس کو ملتوی نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

جب وہ لاہور پہنچے تو انہوں نے رپورٹروں کو بتایا کہ مسلم لیگ کا لاہور اجلاس مسلمانان ہند کی تاریخ میں ایک عہد آفرین باب ہو گا۔ انہیں اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ اجلاس سے ذرا قبل اگر یہ المیہ نہ ہوا ہوتا تو اجلاس کہیں زیادہ کامیاب ہوتا۔ ایک نہایت عظیم الشان جلوس ہوتا جس میں لوگوں کو اپنے جذبات کے اظہار کا موقع ملتا۔ ہمارے دشمنوں نے اجلاس کو بھی برباد کرنے کی کوشش کی لیکن ان کی کوششیں رائیگاں گئیں اور اجلاس بے حد کامیابی کے ساتھ اختتام کو پہنچا۔

انہیں خوشی ہوئی کہ اجلاس کی کارروائی جب کہ ہمارا خون کھول رہا تھا نہایت ٹھنڈے اور پرسکون ماحول میں ہوئی۔ جب تیس مسلمانوں کو گولیاں مار کر موت کی نیند سلا دیا گیا ایسے میں پرسکون رہنا بہت دشوار تھا۔ آپ لوگوں نے دنیا کے سامنے یہ مظاہرہ کیا کہ مسلمان غم و اندوہ کو برداشت کرنے کی اہلیت بھی رکھتے ہیں۔ آپ نے دنیا کو یہ بھی بتا دیا کہ آپ اپنی کارروائی لاکھوں کے اجتماع میں سرانجام دے سکتے ہیں۔ یہ بہترین سند ہے جو کسی قوم کو دی جا سکتی ہے۔ لیگ کا وقار مسلمانان پنجاب کے ہاتھ میں تھا۔ لہٰذا میں پنجاب کے مسلمانوں کو تہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ یہ بات مجھے آپ کی اور زیادہ خدمت کرنے کا حوصلہ بخشتی ہے۔

ایک عہد آفرین باب

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ اجلاس لاہور واقعتاً مسلم ہند کی تاریخ میں ایک عہد آفرین باب ثابت ہوا۔ چونکہ انہوں نے اپنی منزل متعین کر دی۔ انہوں نے سامعین کو یقین دلایا کہ وہ حصول منزل کی خاطر لڑیں گے۔ انہوں نے فیصلہ بالکل صحیح طور سے کیا ہے۔

آخر میں انہوں نے مسلمانان پنجاب سے اپیل کی کہ وہ صوبے میں مسلم لیگ کو منظم کریں اس کا پیغام گاؤں، گاؤں اور گھر گھر پہنچا دیں۔ (دی سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۲۶، مارچ ۱۹۴۰ء)

Presidential address by Muhammad Ali Jinnah, Lahore Resolution 1940

Ladies and Gentlemen:

We are meeting today in our session after fifteen months. The last session of the All-India Muslim League took place at Patna in December 1938. Since then many developments have taken place. I shall first shortly tell you what the All-India Muslim League had to face after the Patna session of 1938. You remember that one of the tasks, which was imposed on us and which is far from completed yet, was to organise Muslim Leagues all over India. We have made enormous progress during the last fifteen months in this direction. I am glad to inform you that we have established provincial leagues in every province. The next point is that in every bye-election to the Legislative Assemblies we had to fight with powerful opponents. I congratulate the Mussalmans for having shown enormous grit and spirit throughout our trials. There was not a single bye-election in which our opponents won against Muslim League candidates. In the last election to the U.P. Council, that is the Upper Chamber, the Muslim League's success was cent per cent. I do not want to weary you with details of what we have been able to do in the way of forging ahead in the direction of organising the Muslim League. But I may tell you that it is going up by leaps and bounds.

Next, you may remember that we appointed a committee of ladies at the Patna session. It is of very great importance to us, because I believe that it is absolutely essential for us to give every opportunity to our women to participate in our struggle of life and death. Women can do a great deal within their homes, even under purdah. We appointed this committee with a view to enable them to participate in the work of the League. The objects of this central committee were:

(1) to organise provincial and district women's sub-committees under the provincial and district Muslim Leagues

(2) to enlist a larger number of women to the membership of the Muslim League

(3) to carry on an intensive propaganda amongst Muslim women throughout India in order to create in them a sense of a greater political consciousness -- because if

political consciousness is awakened amongst our women, remember your children will not have much to worry about

(4) to advise and guide them in all such matters as mainly rest on them for the uplift of Muslim society. This central committee, I am glad to say, started its work seriously and earnestly. It has done a great deal of useful work. I have no doubt that when we come to deal with their report of work done we shall really feel grateful to them for all the services that they have rendered to the Muslim League.

We had many difficulties to face from January 1939 right up to the declaration of war. We had to face the Vidya Mandir in Nagpur. We had to face the Wardha Scheme all over India. We had to face ill-treatment and oppression to Muslims in the Congress-governed provinces. We had to face the treatment meted out to Muslims in some of the Indian States such as Jaipur and Bhavnagar. We had to face a vital issue that arose in that little state of Rajkot. Rajkot was the acid test made by the Congress which would have affected one-third of India. Thus the Muslim League had all along to face various issues from January 1939 up to the time of the declaration of war. Before the war was declared the greatest danger to the Muslims of India was the possible inauguration of the federal scheme in the central Government. We know what machinations were going on. But the Muslim League was stoutly resisting them in every direction. We felt that we could never accept the dangerous scheme of the central federal Government embodied in the Government of India Act, 1935. I am sure that we have made no small contribution towards persuading the British Government to abandon the scheme of central federal government. In creating that [state of] mind in the British Government, the Muslim League, I have no doubt, played no small part. You know that the British people are very obdurate people. They are also very conservative; and although they are very clever, they are slow in understanding. After the war was declared, the Viceroy naturally wanted help from the Muslim League. It was only then that he realized that the Muslim League was a power. For it will be remembered that up to the time of the declaration of war, the Viceroy never thought of me but of Gandhi and Gandhi alone. I have been the leader of an important party in the Legislature for a considerable time, larger than the one I have the honor to lead at present, the present Muslim League Party in the Central Legislature. Yet the Viceroy never thought of me. Therefore, when I got this invitation from the Viceroy along with

Mr. Gandhi, I wondered within myself why I was so suddenly promoted, and then I concluded that the answer was the 'All-India Muslim League' whose President I happen to be. I believe that was the worst shock that the Congress High Command received, because it challenged their sole authority to speak on behalf of India. And it is quite clear from the attitude of Mr. Gandhi and the High Command that they have not yet recovered from that shock. My point is that I want you to realize the value, the importance, the significance of organizing ourselves. I will not say anything more on the subject.

But a great deal yet remains to be done. I am sure from what I can see and hear that the Muslim India is now conscious, is now awake, and the Muslim League has by now grown into such a strong institution that it cannot be destroyed by anybody, whoever he may happen to be. Men may come and men may go, but the League will live forever.

Now coming to the period after the declaration of war, our position was that we were between the devil and the deep sea. But I do not think that the devil or the deep sea is going to get away with it. Anyhow our position is this. We stand unequivocally for the freedom of India. But it must be freedom of all India and not freedom of one section or, worse still, of the Congress caucus -- and slavery of Mussalmans and other minorities.

Situated in India as we are, we naturally have our past experiences and particularly the experiences of the past 2-1/2 years of provincial constitution in the Congress-governed provinces. We have learnt many lessons. We are now, therefore, very apprehensive and can trust nobody. I think it is a wise rule for every one not to trust anybody too much. Sometimes we are led to trust people, but when we find in actual experience that our trust has been betrayed, surely that ought to be sufficient lesson for any man not to continue his trust in those who have betrayed him. Ladies and gentlemen, we never thought that the Congress High Command would have acted in the manner in which they actually did in the Congress-governed provinces. I never dreamt that they would ever come down so low as that. I never could believe that

there would be a gentleman's agreement between the Congress and the Government to such an extent that although we cried [ourselves] hoarse, week in and week out, the Governors were supine and the Governor-General was helpless. We reminded them of their special responsibilities to us and to other minorities, and the solemn pledges they had given to us. But all that had become a dead letter. Fortunately, Providence came to our help, and that gentleman's, agreement was broken to pieces and the Congress, thank Heaven, went out of office. I think they are regretting their resignations very much. Their bluff was called off [=was called]. So far so good. I therefore appeal to you, in all [the] seriousness that I can command, to organize yourselves in such a way that you may depend upon none except your own inherent strength. That is your only safeguard, and the best safeguard. Depend upon yourselves. That does not mean that we should have ill-will or malice towards others. In order to safeguard your rights and interests you must create that strength in yourselves [such] that you may be able to defend yourselves, That is all that I want to urge.

Now what is our position with regard to future constitution? It is that as soon as circumstances permit, or immediately after the war at the latest, the whole problem of India's future constitution must be examined de novo and the Act of 1935 must go once for all. We do not believe in asking the British Government to make declarations. These declarations are really of no use. You cannot possibly succeed in getting the British Government out of this country by asking them to make declarations. However, the Congress asked the Viceroy to make a declaration. The Viceroy said, 'I have made the declaration'. The Congress said, 'No, no. We want another kind of declaration. You must declare now and at once that India is free and independent with the right to frame its own constitution by a Constituent Assembly to be elected on the basis of adult franchise or as low a franchise as possible. This Assembly will of course satisfy the minorities' legitimate interests." Mr. Gandhi says that if the minorities are not satisfied then he is willing that some tribunal of the highest character and most impartial should decide the dispute. Now, apart from the impracticable character of this proposal and quite apart from the fact that it is historically and constitutionally absurd to ask [a] ruling power to abdicate in favor of a Constituent Assembly. Apart from all that, suppose we do not agree as to the franchise according to which the Central Assembly is to be elected, or suppose the solid body of Muslim representatives do not agree with the non-Muslim majority in the Constituent Assembly, what will

happen? It is said that we have no right to disagree with regard to anything that this Assembly may do in framing a national constitution of this huge sub-continent except those matters which may be germane to the safeguards for the minorities. So we are given the privilege to disagree only with regard to what may be called strictly safe-guards of the rights and interests of minorities. We are also given the privilege to send our own representatives by separate electorates. Now, this proposal is based on the assumption that as soon as this constitution comes into operation the British hand will disappear. Otherwise there will be no meaning in it. Of course, Mr. Gandhi says that the constitution will decide whether the British will disappear, and if so to what extent. In other words, his proposal comes to this: First, give me the declaration that we are a free and independent nation, then I will decide what I should give you back. Does Mr. Gandhi really want the complete independence of India when he talks like this? But whether the British disappear or not, it follows that extensive powers must be transferred to the people. In the event of there being a disagreement between the majority of the Constituent Assembly and the Mussalmans, in the first instance, who will appoint the tribunal? And suppose an agreed tribunal is possible and the award is made and the decision given, who will, may I know, be there to see that this award is implemented or carried out in accordance with the terms of that award? And who will see that it is honored in practice, because, we are told, the British will have parted with their power mainly or completely? Then what will be the sanction behind the award which will enforce it? We come back to the same answer, the Hindu majority would do it; and will it be with the help of the British bayonet or the Gandhi's "Ahinsa"? Can we trust them anymore? Besides, ladies and gentlemen, can you imagine that a question of this character, of social contract upon which the future constitution of India would be based, affecting 90 million of Mussalmans, can be decided by means of a judicial tribunal? Still, that is the proposal of the Congress.

Before I deal with what Mr. Gandhi said a few days ago I shall deal with the pronouncements of some of the other Congress leaders -- each one speaking with a different voice. Mr. Rajagopalacharya, the ex-Prime Minister of Madras, says that the only panacea for Hindu-Muslim unity is the joint electorates. That is his prescription as one of the great doctors of the Congress organization. (Laughter.) Babu Rajendra Prasad, on the other hand, only a few days ago said, "Oh, what more do the Mussalmans want?" I will read to you his words. Referring to the minority question, he

says: "If Britain would concede our right of self-determination, surely all these differences would disappear." How will our differences disappear? He does not explain or enlighten us about it.

"But so long as Britain remains and holds power, the differences would continue to exist. The Congress has made it clear that the future constitution would be framed not by the Congress alone but by representatives of all political parties and religious groups. The Congress has gone further and declared that the minorities can have their representatives elected for this purpose by separate electorates, though the Congress regards separate electorates as an evil. It will be representative of all the peoples of this country, irrespective of their religion and political affiliations, who will be deciding the future constitution of India, and not this or that party. What better guarantees can the minorities have?"

So according to Babu Rajendra Prasad, the moment we enter the Assembly we shall shed all our political affiliations, and religions, and everything else. This is what Babu Rajendra Prasad said as late as 18th March, 1940. And this is now what Mr. Gandhi said on the 20th of March, 1940. He says: "To me, Hindus, Muslims, Parsis, Harijans, are all alike. I cannot be frivolous" -- but I think he is frivolous --

"I cannot be frivolous when I talk of Quaid-i-Azam Jinnah. He is my brother." The only difference is this that Brother Gandhi has three votes and I have only one vote. (Laughter.) "I would be happy indeed if he could keep me in his pocket." I do not know really what to say of this latest offer of his. "There was a time when I could say that there was no Muslim whose confidence I did not enjoy. It is my misfortune that it is not so today." Why has he lost the confidence of the Muslims today? May I ask, ladies and gentlemen? "I do not read all that appears in the Urdu Press, but perhaps I get a lot of abuse there. I am not sorry for it. I still believe that without Hindu-Muslim settlement there can be no Swaraj." Mr. Gandhi has been saying this now for the last 20 years. "You will perhaps ask in that case why I talk of a fight. I do so because it is to be a fight for a Constituent Assembly."

He is fighting the British. But may I point out to Mr. Gandhi and the Congress that you are fighting for a Constituent Assembly which the Muslims say they cannot accept; which, the Muslims say, means three to one; about which the Mussalmans say that they will never be able, in that way by the counting of head, to come to any agreement which will be real agreement from the hearts, which will enable us to work as friends; and therefore this idea of a Constituent Assembly is objectionable, apart from other objections. But he is fighting for the Constituent Assembly, not fighting the Mussalmans at all! He says, "I do so because it is to be a fight for a Constituent Assembly. If Muslims who come to the Constituent Assembly" -- mark the words, "who come to the Constituent Assembly through Muslim votes" -- he is first forcing us to come to that Assembly, and then says -- "declare that there is nothing common between Hindus and Muslims, then alone I would give up all hope, but even then I would agree with them because they read the Quran and I have also studied something of that holy Book." (Laughter.)

So he wants the Constituent Assembly for the purpose of ascertaining the views of the Mussalmans; and if they do not agree then he will give up all hopes, but even then he will agree with us. (Laughter.) Well, I ask you. Ladies and gentlemen, is this the way to show any real genuine desire, if there existed any, to come to a settlement with the Mussalmans? (Voices of no, no.) Why does not Mr. Gandhi agree, and. I have suggested to him more than once and I repeat it again from this platform, why does not Mr. Gandhi honestly now acknowledge that the Congress is a Hindu Congress, that he does not represent anybody except the solid body of Hindu people? Why should not Mr. Gandhi be proud to say "I am a Hindu? Congress has solid Hindu backing"? I am not ashamed of saying that I am a Mussalman. (Hear, hear and applause.) I am right and I hope and I think even a blind man must have been convinced by now that the Muslim League has the solid backing of the Mussalmans of India (Hear, hear.) Why then all this camouflage? Why all these machinations? Why all these methods to coerce the British to overthrow the Mussalmans? Why this declaration of non-cooperation? Why this threat of civil disobedience? And why fight for a Constituent Assembly for the sake of ascertaining whether the Mussalmans agree or they do not agree? (Hear, hear.) Why not come as a Hindu leader proudly representing your people, and let me meet you proudly representing the Mussalmans? (Hear, hear and applause.) This all that I have to say so far as the Congress is concerned.

So far as the British Government is concerned, our negotiations are not concluded yet, as you know. We had asked for assurances on several points. At any rate, we have made some advance with regard to one point and that is this. You remember our demand was that the entire problem of [the] future constitution of India should be examined de novo, apart from the Government of India Act of 1935. To that the Viceroy's reply, with the authority of His Majesty's Government, was -- I had better quote that -- I will not put it in my own words: This is the reply that was sent to us on the 23rd of December. "My answer to your first question is that the declaration I made with the approval of His Majesty's Government on October the 13th last does not exclude -- Mark the words -- “does not exclude examination of any part either of the Act of 1935 or of the policy and plans on which it is based." (Hear, hear.)

As regards other matters, we are still negotiating and the most important points are: (1) that no declaration should be made by His Majesty's Government with regard to the future constitution of India without our approval and consent (Hear, hear, and applause) and that no settlement of any question should be made with any party behind our back (Hear, hear) unless our approval and consent is given to it. Well, ladies and gentlemen, whether the British Government in their wisdom agree to give us that assurance or not, but. I trust that they will still see that it is a fair and just demand when we say that we cannot leave the future fate and the destiny of 90 million of people in the hands of any other judge. --We and we alone wish to be the final arbiter. Surely that is a just demand. We do not want that the British Government should thrust upon the Mussalmans a constitution which they do not approve of and to which they do not agree. Therefore the British Government will be well advised to give that assurance and give the Mussalmans complete peace and confidence in this matter and win their friendship. But whether they do that or not, after all, as I told you before, we must depend on our own inherent strength; and I make it plain from this platform, that if any declaration is made, if any interim settlement is made without our approval and without our consent, the Mussalmans of India will resist it. (Hear, hear and applause.) And no mistake should be made on that score.

Then the next point was with regard to Palestine. We are told that endeavors, earnest endeavors, are being made to meet the reasonable, national demands, of the Arabs. Well, we cannot be satisfied by earnest endeavors, sincere endeavors, best endeavors. (Laughter.) We want that the British Government should in fact and actually meet the demands of the Arabs in Palestine. (Hear, hear.)

Then the next point was with regard to the sending of the troops. Here there is some misunderstanding. But anyhow we have made our position clear that we never intended, and in fact language does not justify it if there is any misapprehension or apprehension, that the Indian troops should not be used to the fullest in the defense of our own country. What we wanted the British Government to give us assurance of was that Indian troops should not be sent against any Muslim country or any Muslim power. (Hear, hear.) Let us hope that we may yet be able to get the British Government to clarify the position further.

This, then, is the position with regard to the British Government. The last meeting of the Working Committee had asked the Viceroy to reconsider his letter of the 23rd of December, having regard to what has been explained to him in pursuance of the resolution of the Working Committee dated the 3rd of February; and we are informed that the matter is receiving his careful consideration. Ladies and Gentlemen, that is where we stand after the War and up to the 3rd of February.

As far as our internal position is concerned, we have also been examining it, and you know. There are several schemes which have been sent by various well-informed constitutionalists and others who take interest with [=are interested in the] problem of India's future Constitution; and we have also appointed a sub-committee to examine the details of the schemes that have come in so far. But one thing is quite clear: it has always been taken for granted mistakenly that the Mussalmans are a minority, and of course we have got used to it for such a long time that these settled notions sometimes are very difficult to remove. The Mussalmans are not a minority. The Mussalmans are a nation by any definition. The British and particularly the Congress

proceed on the basis, "Well, you are a minority after all, what do you want!" "What else do the minorities want?" just as Babu Rajendra Prasad said. But surely the Mussalmans are not a minority. We find that even according to the British map of India we occupy large parts of this country where the Mussalmans are in a majority, such as Bengal, Punjab, N.W.F.P., Sind, and Baluchistan.

Now the question is, what is the solution of this problem between the Hindus and the Mussalmans? We have been considering, and as I have already said, a committee has been appointed to consider the various proposals. But whatever the final scheme of constitution, I will present to you my views, and I will just read to you in confirmation of what I am going to put before you, a letter from

Lala Lajpat Rai to Mr. C. R. Das. It was written, I believe, about 12 or 15 years ago, and that letter has been produced in a book recently published by one

Indra Prakash, and that is how this letter has come to light. This is what

Lala Lajpat Rai, a very astute politician and a staunch Hindu Mahasabite, said. But before I read his letter it is plain from [it] that you cannot get away from being a Hindu if you are a Hindu. (Laughter.) The word 'nationalist' has now become the play of conjurers in politics. This is what he says:

"There is one point more which has been troubling me very much of late and one [about] which I want you to think carefully and that is the question of Hindu-Muhammadan unity. I have devoted most of my time during the last six months to the study of Muslim history and Muslim law and I am inclined to think it is neither possible nor practicable. Assuming and admitting the sincerity of Mohammadan leaders in the non-cooperation movement I think their religion provides an effective bar to anything of the kind."

You remember the conversation I reported to you in Calcutta which I had with Hakim Ajmal Khan and Dr. Kitchlew. There is no finer Muhammadan in Hindustan than Hakim Ajmal Khan, but can any Muslim leader over-ride the Quran? I can only hope that my reading of Islamic law is incorrect.

I think his reading is quite incorrect.

"And nothing would relieve me more than to be convinced that it is so. But if it is right then it comes to this, that although we can unite against the British we cannot do so to rule Hindustan on British lines. We cannot do so to rule Hindustan on democratic lines."

Ladies and gentlemen, when Lala Lajpat Rai said that we cannot rule this country on democratic lines it was all right; but when I had the temerity to speak the same truth about eighteen months ago, there was a shower of attacks and criticism. But Lala Lajpat Rai said fifteen years ago that we cannot do so -- viz., rule Hindustan on democratic lines. What is the remedy? The remedy, according to Congress, is to keep us in the minority and under the majority rule. Lala Lajpat Rai proceeds further:

"What is then the remedy? I am not afraid of the seven crores [=70 million] of Mussalmans. But I think the seven crores in Hindustan plus the armed hordes of Afghanistan, Central Asia, Arabia, Mesopotamia and Turkey, will be irresistible." (Laughter.)

"I do honestly and sincerely believe in the necessity or desirability of Hindu-Muslim unity. I am also fully prepared to trust the Muslim leaders. But what about the injunctions of the Koran and Hadis? The leaders cannot over-ride them. Are we then doomed? I hope not. I hope your learned mind and wise head will find some way out of this difficulty."

Now, ladies and gentlemen, that is merely a letter written by one great Hindu leader to another great Hindu leader fifteen years ago. Now, I should like to put before you my views on the subject as it strikes me, taking everything into consideration at the present moment. The British Government and Parliament, and more so the British nation, have been for many decades past brought up and nurtured with settled notions about India's future, based on developments in their own country which has built up the British constitution, functioning now through the Houses of Parliament

and the system of [the] cabinet. Their concept of party government functioning on political planes has become the ideal with them as the best form of government for every country, and the one-sided and powerful propaganda, which naturally appeals to the British, has led them into a serious blunder, in producing a constitution envisaged in the Government of India Act of 1935. We find that the most leading statesmen of Great Britain, saturated with these notions, have in their pronouncements seriously asserted and expressed a hope that the passage of time will harmonize the inconsistent elements in India.

A leading journal like the London Times, commenting on the Government of India Act of 1935, wrote that "Undoubtedly the difference between the Hindus and Muslims is not of religion in the strict sense of the word but also of law and culture, that they may be said indeed to represent two entirely distinct and separate civilizations. However, in the course of time the superstitions will die out and India will be molded into a single nation." (So according to the London Times the only difficulties are superstitions). These fundamental and deep-rooted differences, spiritual, economic, cultural, social, and political havocs been euphemized as mere "superstitions." But surely it is a flagrant disregard of the past history of the sub-continent of India, as well as the fundamental Islamic conception of society vis-a-vis that of Hinduism, to characterize them as mere "superstitions." Notwithstanding [a] thousand years of close contact, nationalities which are as divergent today as ever, cannot at any time be expected to transform themselves into one nation merely by means of subjecting them to a democratic constitution and holding them forcibly together by unnatural and artificial methods of British Parliamentary statutes. What the unitary government of India for one hundred fifty years had failed to achieve cannot be realized by the imposition of a central federal government. It is inconceivable that the fiat or the writ of a government so constituted can ever command a willing and loyal obedience throughout the sub-continent by various nationalities, except by means of armed force behind it.

The problem in India is not of an inter-communal character, but manifestly of an international one, and it must be treated as such. So long as this basic and fundamental truth is not realized, any constitution that may be built will result in

disaster and will prove destructive and harmful not only to the Mussalmans, but to the British and Hindus also. If the British Government are really in earnest and sincere to secure [the] peace and happiness of the people of this sub-continent, the only course open to us all is to allow the major nations separate homelands by dividing India into "autonomous national states." There is no reason why these states should be antagonistic to each other. On the other hand, the rivalry, and the natural desire and efforts on the part of one to dominate the social order and establish political supremacy over the other in the government of the country, will disappear. It will lead more towards natural goodwill by international pacts between them, and they can live in complete harmony with their neighbors. This will lead further to a friendly settlement all the more easily with regard to minorities, by reciprocal arrangements and adjustments between Muslim India and Hindu India, which will far more adequately and effectively safeguard the rights and interests of Muslim and various other minorities.

It is extremely difficult to appreciate why our Hindu friends fail to understand the real nature of Islam and Hinduism. They are not religions in the strict sense of the word, but are, in fact, different and distinct social orders; and it is a dream that the Hindus and Muslims can ever evolve a common nationality; and this misconception of one Indian nation has gone far beyond the limits and is the cause of more of our troubles and will lead India to destruction if we fail to revise our notions in time. The Hindus and Muslims belong to two different religious philosophies, social customs, and literature[s]. They neither intermarry nor inter-dine together, and indeed they belong to two different civilizations which are based mainly on conflicting ideas and conceptions. Their aspects [=perspectives?] on life, and of life, are different. It is quite clear that Hindus and Mussalmans derive their inspiration from different sources of history. They have different epics, their heroes are different, and different episode[s]. Very often the hero of one is a foe of the other, and likewise their victories and defeats overlap. To yoke together two such nations under a single state, one as a numerical minority and the other as a majority, must lead to growing discontent, and final destruction of any fabric that may be so built up for the government of such a state.

History has presented to us many examples, such as the Union of Great Britain and Ireland, Czechoslovakia, and Poland. History has also shown to us many geographical tracts, much smaller than the sub-continent of India, which otherwise might have been called one country, but which have been divided into as many states as there are nations inhabiting them. [The] Balkan Peninsula comprises as many as seven or eight sovereign states. Likewise, the Portuguese and the Spanish stand divided in the Iberian Peninsula. Whereas under the plea of unity of India and one nation which does not exist, it is sought to pursue here the line of one central government, when we know that the history of the last twelve hundred years has failed to achieve unity and has witnessed, during these ages, India always divided into Hindu India and Muslim India. The present artificial unity of India dates back only to the British conquest and is maintained by the British bayonet, but the termination of the British regime, which is implicit in the recent declaration of His Majesty's Government, will be the herald of the entire break-up, with worse disaster than has ever taken place during the last one thousand years under the Muslims. Surely that is not the legacy which Britain would bequeath to India after one hundred fifty years of her rule, nor would Hindu and Muslim India risk such a sure catastrophe.

Muslim India cannot accept any constitution which must necessarily result in a Hindu majority government. Hindus and Muslims brought together under a democratic system forced upon the minorities can only mean Hindu Raj. Democracy of the kind with which the Congress High Command is enamored would mean the complete destruction of what is most precious in Islam. We have had ample experience of the working of the provincial constitutions during the last two and a half years, and any repetition of such a government must lead to civil war and [the] raising of private armies, as recommended by Mr. Gandhi to [the] Hindus of Sukkur when he said that they must defend themselves violently or non-violently, blow for blow, and if they could not they must emigrate.

Mussalmans are not a minority as it is commonly known and understood. One has only got to look round. Even today, according to the British map of India, out of eleven provinces, four provinces where the Muslims dominate more or less, are functioning notwithstanding the decision of the Hindu Congress High Command to non-cooperate

and prepare for civil disobedience. Mussalmans are a nation according to any defamation of a nation, and they must have their homelands, their territory, and their state. We wish to live in peace and harmony with our neighbors as a free and independent people. We wish our people to develop to the fullest our spiritual, cultural, economic, social, and political life, in a way that we think best and in consonance with our own ideals and according to the genius of our people. Honesty demands [that we find], and [the] vital interest[s] of millions of our people impose a sacred duty upon us to find, an honorable and peaceful solution, which would be just and fair to all. But at the same time we cannot be moved or diverted from our purpose and objective by threats or intimidations. We must be prepared to face all difficulties and consequences, make all the sacrifices that may be required of us, to achieve the goal we have set in front of us.

Ladies and gentlemen, that is the task before us. I fear I have gone beyond my time limit. There are many things that I should like to tell you, but I have already published a little pamphlet containing most of the things that I have said and I have been saying, and I think you can easily get that publication both in English and in Urdu from the League Office. It might give you a clearer idea of our aims. It contains very important resolutions of the Muslim League and various other statements. Anyhow, I have placed before you the task that lies ahead of us. Do you realize how big and stupendous it is? Do you realize that you cannot get freedom or independence by mere arguments? I should appeal to the intelligentsia. The intelligentsia in all countries in the world have been the pioneers of any movements for freedom. What does the Muslim intelligentsia propose to do? I may tell you that unless you get this into your blood, unless you are prepared to take off your coats and are willing to sacrifice all that you can and work selflessly, earnestly, and sincerely for your people, you will never realize your aim. Friends, I therefore want you to make up your mind definitely ,and then think of devices and organize your people, strengthen your organization, and consolidate the Mussalmans all over India. I think that the masses are wide awake. They only want your guidance and your lead. Come forward as servants of Islam. Organize the people economically, socially, educationally, and politically, and I am sure that you will be a power that will be accepted by everybody. (Cheers.)

Comments on Facebook

1. https://www.facebook.com/mashhoodqasmi/posts/10223704762023951
2. https://www.facebook.com/mashhoodqasmi/posts/10223726773534225
3. https://www.facebook.com/mashhoodqasmi/posts/10223769525122988

Adnan Khan
Great work sir ❤ 1
Love · Reply · 27w

> **Muhammad Mashhood**
> Thank you. ❤ 1
> Like · Reply · 27w
>
> Write a reply...

Muteeullah Khan
کیا اس اجلاس میں نواب آف کالاباغ بھی موجود تھے۔سابق گورنر مغربی پاکستان ملک امیر محمد خان
2
Like · Reply · 27w

> **Muhammad Mashhood**
> **Muteeullah Khan**
> He participated in the historic gathering at Manto Park, Lahore and made a substantial donation to Muslin League in 1940 when the Pakistan Resolution was passed.
>
> https://nation.com.pk/.../nawab-of-kalabagh-the-man-who...
>
>
>
> NATION.COM.PK
> Nawab of Kalabagh: The Man Who Knew Too Much
> 1
> Like · Reply · Remove Preview · 27w

> **Muteeullah Khan**
> **Muhammad Mashhood** شکریہ
> 1
> Like · Reply · 27w

Naseer Akhter
So far, Mr. Jinnah's speech has amply confirmed what his detractors have been saying all along -- and by which I initially didn't set much store -- that most of his separatist politics was actuated by psychological factors.

Ever since Gandhi's advent on the Indian political scene, Jinnah, who could never accept to be a second fiddle to anyone, had felt side-lined and slighted.

Hence Mr Jinnah's rhetorical question to Gandhi --- (I quote from his speech: "Why not come as a Hindu leader proudly representing your people, and let me meet you proudly representing the Mussalmans?"
3
Love · Reply · 27w · Edited

Irfan Mirza
Naseer Akhter
میں اسے ایک اور نظر سے دیکھ رہا ہوں۔ جناح چونکہ مسلم اقلیت کے واسطے زیادہ سے زیادہ رعایتیں حاصل کرنے کے لیے کوشاں تھے، اسلیے انکے سامنے مسلمانوں کی یکجہتی اور ایک آواز بہت زیادہ اہمیت کی حامل تھی۔ انکی خواہشات کے برعکس انڈین نیشنل کانگریس مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہونے کی بھی دعویدار تھی۔ یہ تسلیم کر لینے سے انگریز سے مذاکرات کی میز پر جناح کی حیثیت کمزور پر سکتی تھی۔ یہ جناب جناح کو کسی صورت بھی قبول نہیں تھا۔ اس امر کی بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔
❤ 2
Love · Reply · 27w

Naseer Akhter
Irfan Mirza
جناح ایک سیکیولر سیاسی جماعت کو کیسے مجبور کر سکتے تھے کہ وہ ایک مذہبی شناخت اپنا لے؟

Like · Reply · 27w · 2

Irfan Mirza
Naseer Akhter
یہ اپنی جگہ ایک قابل غور سوال ہے اور اس پر بحث کی جا سکتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ انیس سو چھیالیس تک انڈین نیشنل کانگریس کے اس سیکولر لبادے میں بڑے بڑے چھید نمایاں ہونا شروع ہو چکے تھے۔

Like · Reply · 27w · Edited · 2

Naseer Akhter
Irfan Mirza
True! Blunders were committed by all sides. But it is not a blame game we are playing here. Trying to understand the contradictions and their possible solutions in historical perspective.
Jinnah was at pains to proclaim that in his proposed Muslim homeland, the majority (Muslims in this case) will guarantee adequate safeguards for the protection of Non-Muslim minorities.
But he was unwilling to accept the same assurance by the Congress re the Non-Hindu minorities in a united India.
Please correct me if I am wrong.

Like · Reply · 27w · 1

Irfan Mirza
Naseer Akhter
جناح کا استدلال قدرے مختلف تھا۔ اسی وجہ سے کچھ لوگوں نے اسے Hostage Theory... **See More**

Like · Reply · 27w · Edited · 3

Write a reply...

Naseer Akhter
Muhammad Mashhood
I have been searching the Govt. of India Act 1935 for provisions of the franchise ie the criteria for eligible voters who could cast vote in elections for the provincial and central assemblies.
Please help.

Like · Reply · 27w · 3

Muhammad Mashhood
2nd August 1935

Government of India Act 1935

The Act was written in a legal style, organised around 11 'Parts' and 10 'Schedules'. Each part was further divided into chapters. It is considered to be one of the longest pieces of legislation passed by the British parliament - parliamentary debates around the Act involved 2000 speeches.

Some of the key features of the Act were:

The creation of a 'Federation of India' that consisted of two levels: a central executive and parliament, and below it, provinces and princely states.
It discarded the 'dyarchy' system at the provincial level and allowed for the emergence of popularly elected provincial legislatures. Dyarchy was introduced at the central level, key subjects like defence and foreign affairs were under the direct control of the Governor General.
A federal court was established.
The franchise was expanded to 14% of the population from 3%.
Separate electorates were provided for Muslims, Sikhs and others, but not to Depressed Classes.
Governor enjoyed critical emergency powers.

for details pl visit,

https://www.constitutionofindia.net/.../government_of...

CONSTITU OF INDIA
ad, Search, Learn a

CONSTITUTIONOFINDIA.NET
Constitution of India

2

Like · Reply · Remove Preview · 27w · Edited

Naseer Akhter
Muhammad Mashhood
I've gone through all 300+ clauses. This document does NOT provide the requisite information.

2

Wow · Reply · 27w

Muhammad Mashhood
Naseer Akhter I will try to find it after Friday Prayer. Insha'Allah

2

Like · Reply · 27w

Baber Zaman
Naseer Akhter
Wow ... wow .... wow ... !!!!!

1

Love · Reply · 26w

Naseer Akhter
Muhammad Mashhood
You may look up the schedules/annexures to the Act.

3

Love · Reply · 26w

Amjed Saleem Alvi
یہ ایکٹ کس تاریخ کو آیا؟ میں نے اگست 1935 کا انقلاب چھان مارا، کچھ نہیں ملا۔ ہاں ایک اداریہ جولائی میں ملا، جس میں ایک شق کے متعل احتجاج تھا اور مسلمانوں سے کہا گیا تھا کہ احتجاج ریکارڈ کروائیں تا کہ تبدیل کروایا جا سکے، تب تک ایکٹ نافذ نہیں ہوا تھا۔ لیکن تاج نے کسی تبدیلی سے انکار کر دیا تھا۔
3
Love · Reply · 26w

Naseer Akhter
Amjed Saleem Alvi
The Act is dated 2nd of August, 1935.
3
Love · Reply · 26w

Amjed Saleem Alvi
27 جولائی کا اداریہ دیکھیں، ابھی دارالامرا سے ایکٹ نے پاس ہونا ہے اور پھر بادشاہ سلامت کے پاس جانا ہے 🙂

2
Love · Reply · 26w

Baber Zaman
Amjed Saleem Alvi
Wah !!!!!
2
Love · Reply · 26w

Write a reply...

Muhammad Mashhood
Munib Iqbal
Like · Reply · 27w

Mohammad Mohsin Mir
بہت بہت شکریہ سر آپ نے بہت ہی قیمتی معلومات دی ھے
2
Like · Reply · 27w

Muhammad Mashhood
Naseer Akhter Irfan Mirza

3
Like · Reply · 27w

Naseer Akhter
Muhammad Mashhood
مونجے اور ساورکر ہندو مہا سبھا کے فکری گورو تھے۔ ان کا کانگریس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ گاندھی کا قاتل انہی کا پیرو کار تھا۔
2
Like · Reply · 26w

Muhammad Mashhood
ڈاکٹر صاحب مخالفین کی جانب سے کسی ایک برادری کے لیڈر کا نظریہ، سوچ اور عمل اس پوری برادری پہ تھوپ دینا برصغیر کی سیاست کا پرانا وطیرہ ہے۔ ڈاکٹر مونجے اور ویر ساورکر انتہا پسند ہندو تھے اور قائدِ اعظم کانگریس پہ یندو انتہا پسندی کا الزام لگا رہے تھے اس لئے انہوں نے مونجے اور ساورکر کا حوالہ دیا۔
2
Like · Reply · 26w

Baber Zaman
Amjed Saleem Alvi Sb

Sir,
This Act was passed by both Houses of British Parliament in 1935
But
It came into effect in 1937.

Here is the internet reference :

****

Overview.
Government of India Act 1935

Aim An Act to make further provision for the Government of India.
Commenced

1st April 1937

****

3
Love · Reply · 26w

^ Hide 14 Replies

Muhammad Mashhood
Sir, Thank you for providing this info.
3
Like · Reply · 26w

Amjed Saleem Alvi

سر بالکل درست لیکن اخبار میں تو چھپ جانا چاہیے۔ جون 1947 کا منصوبہ 3 جون کا اناؤنس ہوا اور فورا" اخبار میں چھپا، بادشاہ نے دستخط غالبا" جولائی کے وسط میں کیے۔ اب یاد نہیں میں نے وہ خبر پوسٹ کی تھی یا نہیں۔

Love · Reply · 26w 2

Muhammad Mashhood

Amjed Saleem Alvi لیکن امجد بھائی یہ تو بہت مشہور و معروف ایکٹ ہے۔ حیرت ہے یہ انقلاب میں کیوں نہیں چھپا۔

Like · Reply · 26w 2

Baber Zaman

Muhammad Mashhood

Please see the below
In comment box.

Like · Reply · 26w 1

Amjed Saleem Alvi

Muhammad Mashhood

اسی بات پر مجھے حیرانی ہے۔ اس کے متعلق خبریں ہیں، ایکٹ نہیں مل رہا۔ اب ایک ایک تصویر دیکھتا ہوں، کہیں میری نظر نہ چوک گئی ہو۔ ابھی تو جولائی 1935 سے مسجد/ گورودوارہ شہید گنج کے قضیے پر خبریں پوسٹ کرنے لگا ہوں۔

Love · Reply · 26w 3

Muhammad Mashhood

Amjed Saleem Alvi The Government of India Act, 1935 was passed by British Parliament in August 1935. With 321 sections and 10 schedules, this was the longest act passed by British Parliament so far and was later split into two parts viz. Government of India Act, 1935 and Government of Burma Act, 1935.The demand for constitutional reforms in india has been quite old.

The Government of India Act, 1935 derived material from four key sources viz. Report of the Simon Commission, discussions at the Third Round Table Conference, the White Paper of 1933 and the reports of the Joint select committees. This act ended the system of dyarchy introduced by the Government of India Act 1919, and provided for establishment of a Federation of India to be made up of provinces of British India and some or all of the Princely states. However, the federation never came into being as the required number of princely states did not join it.

It was the last constitution of British India which split Burma from it. It lasted until 1947, when British territory was split into Pakistan and India.

https://simple.wikipedia.org/.../Government_of_India_Act...

SIMPLE.WIKIPEDIA.ORG

Government of India Act 1935 - Simple English Wikipedia, the free encyclopedia

Like · Reply · Remove Preview · 26w 2

Amjed Saleem Alvi

Muhammad Mashhood

سر یہ نہیں معلوم ہو رہا اگست کی کس تاریخ کو پاس ہوا۔ پھر دیکھتا ہوں۔

Like · Reply · 26w 1

Muhammad Mashhood

Amjed Saleem Alvi

Dates: Royal assent 2 August 1935 / Commencement 1 April 1937

Like · Reply · 26w 2

Naseer Akhter
Muhammad Mashhood
The specifications of the franchise (criteria for eligible voters) may be found in one of the schedules. These, however, are NOT included in the text of the Act posted on the internet.
2
Love · Reply · 26w

Muhammad Mashhood
Naseer Akhter May you please post it here?
2
Like · Reply · 26w

Naseer Akhter
Muhammad Mashhood
Sir, you posted it yesterday.
2
Love · Reply · 26w

Muhammad Mashhood
Naseer Akhter Ok I will go through again. Thank You
2
Like · Reply · 26w

Muhammad Mashhood
Naseer Akhter https://www.legislation.gov.uk/.../ukpga_19350002_en.pdf

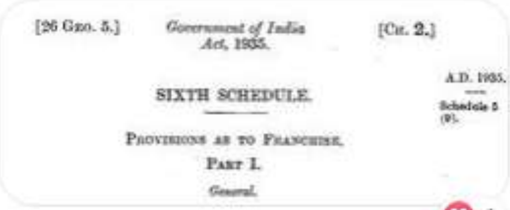
[26 Geo. 5.] *Government of India Act, 1935.* [Ch. 2.]

A.D. 1935.
Schedule 5 (9).

SIXTH SCHEDULE.

Provisions as to Franchise.
Part I.
General.

1
Like · Reply · 26w

Baber Zaman
Amjed Saleem Alvi Sb
Sir,

Some times acts done do not get any attention , or they are not considered important enough .

One example of this is the signing of the
Treaty of Rome
On 25 March 1957.

The BBC correspondent in Rome had, on that day, sent a two-line telegram to London saying that

Foreign ministers of six countries who met in Rome today, signed a treaty to create the European Economic Community".

....

Fifty years later, in 2007, the BBC gave extensive coverage to the Golden Jubilee of that signing event.

The BBC broadcast and posted a very detailed report about the initial "two-line" coverage.

It also mentioned all the efforts made by the BBC to find the original telegram, and noted with regret that it could not be saved.

The reporter had become an old man.

At a time when the EEC had become a big institution of 28 countries, of 500 million people, and the world's largest economy, and when the Golden Jubilee of that meeting of six in Rome was being celebrated,
That reporter had become an extraordinary historical personality.

....

The importance of an incident or event, some times, becomes known many years later, and it is often due to the big success or utter failure of that event, and of its impact on history.

The Government of India Act 1935 had had very deep and far-reaching impact on the Sub-Continent and its future.
But, in 1935, it was almost a non-event.

There were many Acts of the same name before 1935, but they all were not necessarily reported.

پیدا نہیں کچھ اس سے قصور. ہمہ دانی !

It is not necessarily the fault of those editors if they did not report the enactment of a law that had not shown any impact on politics at that time.

Your efforts to search, find and present published reports of rare events in national life, are just priceless!

One day, students will do Ph.Ds on your work and your contribution !

Jazak Allah !

3

Love · Reply · 26w · Edited

Muhammad Mashhood
واہ بہت خوب
2

Baber Zaman
Muhammad Mashhood Sb, Sir
Thank you•

As a [former] newsman and reporter, the issues of coverage of events are usually of particular interest to me.

I do learn from this process.

3
Love · Reply · 26w

Amjed Saleem Alvi
بابر زمان صاحب آپ کی باریک بیں نظر خبر کو جس انداز سے پرکھتی ہے، ہم جیسا عامی اس طرح خبر کہ تہ تک نہیں اتر سکتا۔ میں نے ایک چھوٹا سا اداریہ پیش کیا ہے۔ جب انڈیا ایکٹ شق وار منظور ہو رہا تھا، تب انقلاب کے مدیروں کی نظر ایک ایک شق پر تھی اور وہ اس کا بغور جائزہ لے رہے تھے اور جو شق مسلمانوں کے مفاد کے خلاف نظر آتی تھی، اس پر متوجہ بھی کرتے تھے۔ اس ایکٹ پر انقلاب کا اداریہ بھی ضرور ہونا چاہیے۔ اب غور سے دیکھتا ہوں۔ میرا احساس ہے پہلا صفحہ اسی کے لیے مخصوص ہونا چاہیے۔

3
Love · Reply · 26w

Amjed Saleem Alvi
سر خبر مل گئی اور بابر زمان صاحب کے تجزیہ کا قائل ہو گیا۔ خبر پہلے صفحے پر ہے لیکن چھوٹی سی خبر ہے، میں پورے صفحے کی کوریج کی توقع کر رہا تھا۔ اس پر انقلاب کا کوئی اداریہ بھی نہ ملا۔ اس کی وجہ سمجھ میں آتی ہے، 1935 اور 1936 میں مولانا مہر آشوبِ چشم میں مبتلا تھے اور سخت تکلیف میں تھے، گرما کا موسم دونوں سال انھوں نے شملہ ہلز میں کسولی میں گزارا تھا، مئی کے اواخر میں جاتے تھے اور ستمبر کے اوائل میں آتے تھے۔ 1935 میں کوئٹہ میں جو زلزلہ آیا، اس وقت بھی مولانا مہر کسولی میں ہی مقیم تھے۔ اگر مولانا مہر لاہور میں ہوتے تو طویل اداریہ ضرور سامنے آتا۔ دیکھتا ہوں شاید بعد میں لکھ کر بھیجا ہو۔ خبر یہیں پیش کر دیتا ہوں۔
Muhammad Mashhood, Baber Zaman, Naseer Akhter

3
Wow · Reply · 26w

Amjed Saleem Alvi

3
Love · Reply · 26w

Naseer Akhter
Amjed Saleem Alvi
حیران ہوں کہ "انقلاب" جیسے موقر اخبار نے اتنی اہم خبر کے پہلو میں دائیں جانب "محمد رفیق کو دس سال کی سزا" کی خبر کو بھی اتنی ہی سپیس اور اہمیت دی ہے۔

3
Like · Reply · 26w

Amjed Saleem Alvi
یہ بہت اہم معاملہ تھا۔ میں نے شاید خبریں پوسٹ کی تھیں کہ سکھ مسلم فساد میں کئی قیمتی جانیں چلی گئی تھیں اور اخبارات پر سینسر لاگو کر دیا گیا تھا۔ ایسے حالات میں جب کہ درجن سے زیادہ مسلمان شہید ہوئے، کسی سکھ کو سزا نہیں سنائی گئی اور ایک مسلمان کو دنوں میں مقدمہ کی سماعت مکمل کر کے دس سال کی قید سنا دی گئی۔ اس وقت کے لاہور کی فضا میں اس خبر کی اہمیت کا اندازہ لگا لینا کوئی مشکل نہیں 🙂
4
Wow · Reply · 26w

Amjed Saleem Alvi
یہ پوسٹ میں نے غالبا" 12 ستمبر کو پوسٹ کی تھی۔

3
Like · Reply · 26w

Naseer Akhter
Amjed Saleem Alvi
مسجد شہید گنج کا تنازعہ؟
3
Like · Reply · 26w

Amjed Saleem Alvi
Naseer Akhter
جی، قصہ تو پرانا تھا، لیکن تنازعے میں شدت کا آغاز یہیں سے ہوا۔
3
Like · Reply · 26w

Amjed Saleem Alvi
روزنامہ انقلاب لاہور، 6 اگست 1935ء
Muhammad Mashhood, Baber Zaman, Naseer Akhter

5
Love · Reply · 26w

Muhammad Mashhood
Amjed Saleem Alvi امجد بھائی یکم اپریل 1937 کے بعد کے شمارے بھی دیکھئے۔ کیونکہ یہ ایکٹ یکم اپریل 1937 کو نافذالعمل ہوا تھا
3
Like · Reply · 26w

Amjed Saleem Alvi
Muhammad Mashhood
مشہود بھائی الیکشن کے بعد غالبا" فروری میں پنجاب میں حکومت قائم ہو گئی تھی۔ اگر آئین یکم اپریل کو نافذ ہوا تو الیکشن کس قانون کے تحت ہوئے تھے؟ سرحد اور سندھ بھی صوبائی درجہ حاصل کر چکے تھے۔ یقینا" اسی آئین کے تحت یہ درجہ ملا ہو گا۔
2
Like · Reply · 26w

Muhammad Mashhood
Amjed Saleem Alvi امجد بھائی جب سوالات اٹھتے ہیں تو معاملات کے نئے پہلو سامنے آتے ہیں۔
اس ایکٹ کو شاہی منظوری یا
Royal Assent
دو مراحل میں ملا تھا۔ پہلا اگست 1935 میں جب کہ کچھ قوانین کا اپریل 1937 میں۔ الیکشنز 1935 کے منظور شدہ ایکٹ کے مطابق ہوئے تھے۔
Like · Reply · 26w 3

Manzoom Wilayati
جزاک اللہ سر بڑا مزہ آیا پڑھ کے۔شکریہ آپ کا۔🌹
Love · Reply · 26w 1

Muhammad Mashhood
علامہ اقبال کے خطوط جس میں انہوں نے قائدِاعظم کو ایک الگ مسلم مملکت کا مطالبہ کرنے کا مشورہ دیا۔
Munib Iqbal
1

Munib Iqbal
Muhammad Mashhood جی۔ میں نے یہ خطوط فیس بک پر لگائے ہوئے ہیں۔ letters of Iqbal to Jinnah.

Munib Iqbal
Muhammad Mashhood اصل انگریزی زیادہ جاندار ہے۔
Love · Reply · 26w 1

Munib Iqbal
Muhammad Mashhood خط نمبر ۳ میں واضح ہے۔ پر یہ ترجمہ کمزور ہے۔
Love · Reply · 26w 1

Muhammad Mashhood
Munib Iqbal
یہ جہانگیر عالم کا ترجمہ ہے
Like · Reply · 26w

Munib Iqbal
Muhammad Mashhood https://www.facebook.com/media/set/...
Like · Reply · 26w

Muhammad Mashhood
Munib Iqbal اصل متن بھی شامل کردونگا۔ ایک الگ پوسٹ بنا کے نمایاں انداز میں اجاگر کرونگا
Like · Reply · 26w 1

Munib Iqbal
Muhammad Mashhood https://www.facebook.com/media/set/...
Like · Reply · 26w 1

Munib Iqbal
Muhammad Mashhood

2

Munib Iqbal
Muhammad Mashhood سر۔ ان خطوط کو مد نظر رکھتے ہوئے قائد کی بار کونسل کراچی کی تقریر بھی پڑھیں۔ قائد کی تقریر فل بدیع تھی۔ مجھے لگتا ہے انکے دل کی بات تھی۔
3
Love · Reply · 26w

Munib Iqbal
Muhammad Mashhood
https://www.facebook.com/photo.php?fbid=10212697783500456&set=a.3174238555857&type=3
2
Love · Reply · 26w

Munib Iqbal
Muhammad Mashhood
https://www.facebook.com/photo.php?fbid=10212697783540457&set=a.3174238555857&type=3
2
Love · Reply · 26w

Muhammad Mashhood
Munib Iqbal بہت خوب جناب۔ انتہائی ممنون
Like · Reply · 26w

Munib Iqbal
اقلیتوں کے تحفظ والی بات خطبہ اللہ آباد میں بھی ہے۔
1
Like · Reply · 26w

Munib Iqbal
Muhammad Mashhood ساتھ یہ بھی دیکھیں ایک اردو اخبار نے یہی خبر کس طرح لگائی ہے۔ کافی چیزیں گول کر گئے ہیں۔
https://www.facebook.com/photo.php?fbid=10212482445677145&set=a.3174238555857&type=3
1
Like · Reply · 26w

Muhammad Mashhood
Munib Iqbal
https://www.facebook.com/media/set/...

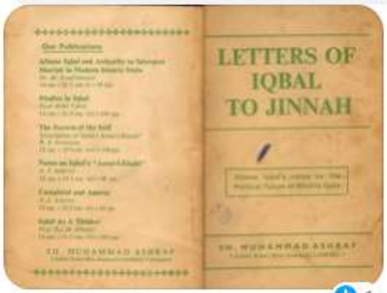
LETTERS OF IQBAL TO JINNAH

1
Like · Reply · 26w

Muhammad Mashhood
demand for a separate country

2
Like · Reply · 26w

Manzoom Wilayati
جزاک اللہ سر❤️ ❤️ 1
Love · Reply · 25w

Hafiz Safwan
سناؔٹے کی تحریر۔ کتنی ہی باریک اور ضروری معلومات جمع کر دیں ایک جگہ۔
❤️ 1
Love · Reply · 25w

Muhammad Mashhood
بہت نوازش
Like · Reply · 25w

Write a reply...

Iftikhar Mashhadi
Nice ❤️ 1
Love · Reply · 25w

Muhammad Mashhood
نوازش
Like · Reply · 25w

Salman Yunus
بہت عمدہ .. بہت سی باریک تفصیلات شیئر کرنے کا شکریہ
البتہ اس قسط میں تصاویر کے حوالے سے صرف ایک تشنگی محسوس ہوئی کہ جلسہ گاہ یعنی عوام کے جم غفیر کی کوئی تصویر شامل نہیں
2
Love · Reply · 25w

Muhammad Mashhood
بہت نوازش ۔ اس کی مزید اقساط میں کچھ اور تصاویر شیئر کی جائینگی۔
3
Like · Reply · 25w

Sardar Ghazanfar Khan ···

❤️ 1
Love · Reply · 25w

Sajid Mahmood
بہت خوب جناب۔ ❤️ 1
Love · Reply · 25w

Muhammad Mashhood
بڑی نوازش
1
Like · Reply · 25w

Write a reply...

Muhammad Mashhood
https://youtu.be/i725P_vVSQQ

YOUTUBE.COM
Quaid e Azam Original Speech | Quaid e Azam | Pakistan Resolution | Pakistan Zindabad | 2020
❤️ 1
Like · Reply · Remove Preview · 25w

Muhammad Mashhood
https://youtu.be/6tKODTNp-Ak

Muhammad Mashhood
Kashif Hussain Sandhu اصل بات کا تو آپ نے جواب ہی نہیں دیا۔ بات یہ ہے کہ ولی خان مرحوم نے ان دستاویزات کو خود کیوں نہیں اپنی کتاب کا حصہ بنایا۔ انہوں نے تو اپنی کتاب کا بیشتر حصہ انڈیا آفس لایبریری میں بیٹھ کر لکھا تھا۔ بغیر دستاویزی ثبوت کے الزام تراشی تو کوئی بھی کرسکتا ہے۔

Like · Reply · 25w

Kashif Hussain Sandhu
Muhammad Mashhood
سر انہوں نے سوچا ہو گا کہ جسے تحقیق کا شوق ہو گا جا کے خود بھی تسلی کر لے گا
ویسے بھی ایک حوالہ نہیں دیا ھے کم از کم بیسیوں حوالے ہیں مسلم لیگیوں کی انگریز پالشی کے ۔ آپ یا حافظ صفوان یا صفدر محمود یا کوئی بھی اور شخص بآسانی جا کر انہیں غلط ثابت کر سکتا تھا کیوں نا کیا ؟ثبوت انکے منہ پہ مارتے کیا انگلینڈ چاند پہ ھے ؟ جو جانا مشکل ہو ؟

Like · Reply · 25w

Muhammad Mashhood
Kashif Hussain Sandhu یہ کارِ خیر آپ ہی انجام دیں‌لیں۔ بڑی نوازش

Like · Reply · 25w

Kashif Hussain Sandhu
Muhammad Mashhood
سر مجھے تو پاکستان کے انگریز کی سازش ہونے کا ولی خان کے کہے بناء ہی یقین ھے آپ چیک کر لیں

Like · Reply · 25w

Muhammad Mashhood
Kashif Hussain Sandhu میں سراب کے پیچھے نہیں جاتا۔

Like · Reply · 25w

Kashif Hussain Sandhu
Muhammad Mashhood
ایسا نہیں ھے سر
نظریہءپاکستانی دانشور بے وسیلہ نہیں ہوتا ریاست چاہتی تو صفدر محمود جیسوں کو اپنے خرچ پہ بھیجتی لیکن ریکارڈ برطانیہ میں ھے جسے ٹمپر نہیں کیا جا سکتا وگرنہ اسے غائب ہی کر دیا جاتا

1

Like · Reply · 25w

Hafiz Safwan
Kashif Hussain Sandhu
آپ تاریخ میں سے اپنی پسند کی چیزیں منتخب کرنے میں آزاد ہیں۔ یہی حق ہر ایک کو حاصل ہے۔

2

Love · Reply · 25w

Muhammad Mashhood
Salman Yunus
https://youtu.be/dEtZ1GphToo?t=66

YOUTUBE.COM
Jaago Lahore - Part 01 - Original footage of Pakistan Resolution, 23 March 1940

Like · Reply · Remove Preview · 25w · 1

Kashif Hussain Sandhu
سادہ سی بات ھے ولی خان نے ساری کتاب ڈے کلاسیفائیڈ دستاویزات سے لے کر لکھی تھی جنہیں برطانیہ نے تیس برس بعد کھولا تھا جس میں سر ظفراللہ کی وائسرائے سے ملاقات میں قرارداد پاکستان پیش کرنے کا حوالہ موجود ھے غالبا یہ دستاویزات انڈیا پبلک آفس لائبریری میں م...
See More

Like · Reply · 25w · 1

Hide 11 Replies

Hafiz Safwan
جب ریاستی مقتدر ادارے نے ری بٹل لکھوانا ہوگا لکھوا لے گا، جیسے ولی خان سے جو لکھوانا تھا لکھوا لیا۔ پریشانی کیسی؟

Like · Reply · 25w · 1

Muhammad Mashhood
بارِ ثبوت الزام لگانے والے پہ ہوتا ہے۔ ولی خان نے الزام تو لگایا لیکن کوئی دستاویزی ثبوت پیش نہیں کیا۔ جب وہ انڈیا آفس لائبیریری میں بیٹھ کر دستاویز کی کاپی نہیں لگا سکے تو یہ کہنا کہ جسے شک ہے جاکر دیکھ لے، یہ بات تحقیق اور ثبوت کے معیار سے کوسوں دور ہے۔

Like · Reply · 25w · Edited · 1

Hafiz Safwan
جی بالکل · 1

Like · Reply · 25w

Kashif Hussain Sandhu
Muhammad Mashhood
سر کوسوں دور بالکل نہیں ھے برطانیہ میں بہت سے لکھنے والے موجود رہتے ہیں یہاں بھی بہت سے لکھنے والے صاحب حیثیت ہیں صفدر محمود جیسوں کے لیے تو بالکل مشکل نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن کسی نے ہمت نہیں کی تو یہی سمجھا جانا چاہیے کہ دال میں کالا نہیں دال ہی کالی ھے

Like · Reply · 25w

Muhammad Mashhood
Syed Shamsul Hasan

As Maulvi Muhammad Yakub, general secretary, All India Muslim League, puts it in his Annual Report, 1931-32: "Had it not been for Shamsul Hasan's firmness and perseverance, the All India Muslim League would have been a thing of the past."

Syed Shamsul Hasan joined the All India Muslim League in July 1914. Though he held the title of assistant secretary he also worked as stenographer, typist, clerk and anything else that was necessary to keep the League functional. During the early days, before Liaquat Ali Khan was elected general secretary, the finances of the League were often in dire straits. At such times Hasan kept things going by borrowing funds and even by dipping into his own pocket...

https://www.dawn.com/news/671742/custodian-of-history

D

DAWN.COM
Not Found - DAWN.COM

Like · Reply · Remove Preview · 25w · Edited

Muhammad Mashhood
میاں بشیر احمد کی نظم
بشکریہ امجد بھائی۔
Amjed Saleem Alvi

محمد علی جناح

عمر دراز پائے مسلماں کی ہے دعا
ملت کا ترجماں ہے محمد علی جناح

3

Like · Reply · 25w

Hafiz Safwan
واہ
1

Like · Reply · 25w

Write a reply...

Syed Zafar Ahmad
قوم پرست حضرات سے معذرت کے ساتھ، یہ تو صاف صاف پتہ چل رہا ہے کہ یہ قراداد کیبنٹ مشن پلان کی طرف ایک قدم تھی۔

Like · Reply · 25w

دعاؤں کا طالب / محمد مشہود قاسمی

20مارچ2021ء- کراچی